58547

قرآن کریم کی بدترین توہین

یہ ہے کہ انسان اُس کے الفاظ اور معنی میں ردوبدل ۔ ترمیم و تنسیخ یعنی تحریف کی جدوجہد کرے اور اس کو اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کا تابع اور ہر زمانہ میں نئے معنی اور مطالب کا لباس پہنائے جانے کا محتاج سمجھے ۔ حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کے کلمات کے (آیاتِ قرآنی) الفاظ و معنی میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں ہے ۔ مخالفینِ اسلام نے برطانیہ کی حکومت میں اسلام کی اصلی حالت اور قرآنِ کریم کی عزت و حرمت کو مٹانے کے لئے جو حربے بھی آزادی سے استعمال کئے ہیں اُن میں سب سے زیادہ گمراہ کُن اور اسلام سے بدظن کرنے والا حربہ تحریفِ قرآن بالمعنی ہے ۔ سوئے اتفاق ہے کہ تنو سالہ غلامی کے بعد صرف قرآن کریم کی عظمت اور تعمیلِ احکام کی خاطر جو حکومت ملی ہے ۔ یعنی پاکستان اس میں بھی قرآن کریم کی توہین بچند وجوہ بدترین طریقے سے ہو رہی ہے ۔ اور اس کے پرچار کا موقعہ بھی اُس زمانے سے کہیں زیادہ مل رہا ہے ۔

ہائی کورٹ لاہور کے فاضل جج محمد شفیع صاحب کا فیصلہ

فاضل جج مذکور کی خدمت میں تولیت اور حضانت کے لئے ایک مقدمہ پیش ہوا فاضل مذکور نے مقدمہ کا فیصلہ تو چند احادیثِ صحیحہ سے ہی کیا ہے ۔ یعنی اپنے دلائل تو یہ اور اجرائے حکم عدالت کا ماخذ احادیث ہی کو ٹھہرایا ۔ مگر کسی جذبۂ حاکمانہ کے تحت

(جس کا بیان آگے آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ) قانونِ اسلامی پر چند ایسی تنقیدات کیں ہیں جن سے منکرینِ حدیث وسُنّت یعنی اسلام اور قرآن کی توہین و تضحیک کرنے والوں کی ہمت افزائی کا پہلو بھی نکل آیا ہے۔ انھوں نے اِس فیصلہ کی نقل حاصل کر کے اس میں سے صرف اُن عبارات کو چُن لیا جو اُن کی تائید میں معلوم ہوتی تھیں اور اُن کو ایک رسالہ کی صورت میں منکرینِ حدیث اور تحریفِ قرآن کے ادارے سے چھپوا کر پھیلا دیا۔

اِس رسالے سے قرآن کریم اور سُنّت کو دین و ایمان سمجھنے والوں میں حکومت پاکستان کے فاضل جج محمد شفیع کی طرف سے اظہارِ تنفر لازمی تھا۔ اور ہے۔ ہاں مخالفینِ اسلام کے گھروں میں گھی کے چراغ جلے ہوں گے۔

ہر پاکستانی کا فرض

یہ ہے کہ وہ اپنی حکومت خداداد کے استحکام اور اُس کی عام مقبولیت میں انتہائی کوشش کرتا رہے۔ اور اپنی حکومتِ عالیہ اور اس کے مقرر حُکام، افسران اور ارکین کو رکیک حملوں، اور بیجا اعتراضات سے محفوظ کرنے کی کوشش کرے۔ اِسی جذبہ کے تحت فوراً میرا ذہن حضرت علامہ اقبالؒ کے اِس شعر کی طرف منتقل ہوگیا۔

یہ پیغام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی!
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام بادشاہی

فاضل جج حضرات بھی اپنی مسندِ عدالت پر اگر حکومتِ خداداد کی راہ سے احساسِ خودی کے نشہ میں بے خود ہو جائیں تو قرین قیاس ہے۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کا مفہوم بھی آخر انسانوں ہی کے لئے ہے۔ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاo بھی اس کی تائید کے لئے کافی ہے۔ میں نے رسالہ پڑھنے کے بعد حضرت جج صاحب سے فون پر استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی فیصلہ کو کتابی صورت میں شائع نہیں کیا۔ میں نے ان سے شرفِ ملاقات کی درخواست کی۔ فاضل مذکور نے اپنے اخلاقِ حمیدہ کے تقاضے سے مجھ کو اتوار ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء کا وقت فراخدلی سے عطا فرمایا۔

Marfat.com

میری اُن کی ملاقات

چنانچہ میں صبح سوا نو بجے درِ دولت پر اِکمن روڈ کوٹھی ع ۲۵ بس ع ۱ کے ذریعہ حاضر ہو گیا۔ جج صاحب کہیں باہر تشریف لے گئے تھے۔ ملازمین فوراً میرے پاس آئے۔ مجھے بیٹھنے کو کرسی دی اور کہا آپ بیٹھئے جج صاحب ابھی تشریف لائیں گے۔ میں شاید دس پندرہ منٹ بیٹھا ہوں گا کہ جج صاحب موٹر میں تشریف لائے۔ اور فوراً مجھے بایں ہیبتِ کذائی دیکھ کر مخاطب ہوئے۔ میں نے عرض کی آپ کا خادم سیف الاسلام حاضر ہے فرمایا ہاں ہاں میں نے آپ کو وقت دیا ہے ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ دو تین منٹ ہی میں دفتر کے کمرے میں تشریف لے آئے۔

سبحان اللہ بڑے خوش اخلاق خندہ پیشانی اور متین ہیں۔ مزاج پرسی کے بعد میں نے وہ رسالہ جس میں اُن کا ۲۴ جولائی ۱۹۶۰ء کا فیصلہ اور چالیس نکات پر مشتمل اسلامی قانون کے متعلق تنقیدات ہیں اور منکرینِ حدیث کے ادارے کا شائع شدہ ہے پیش کیا۔ اور عرض کی کہ کیا یہ تمام مضامین جناب کے قلم میمون رقم کے مرہونِ منت ہیں؟ فرمایا کہ میں نے ہی ایک بڑا طویل مضمون اس فیصلے کے متعلق لکھا تھا۔ مگر میں نے کسی رسالہ یا کتاب کی صورت میں نہیں چھپوایا۔ میں نے عرض کیا کہ منکرینِ حدیث و فقہ نے اس کو اپنے گمراہ کن پروپیگنڈے کا معاون سمجھ کر اپنے ادارے سے شائع کیا ہے۔ جس سے محبانِ دینِ اسلام اور پیروانِ اسلاف میں آپ کے عقائد اور خیالات کے متعلق چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اور غالباً مولانا مودودی صاحب نے اپنے "ترجمان القرآن" رسالہ میں آپ کی عبارات اور تجاویز کی پُر زور تنقید و تردید کی ہے۔

میری اور اُن کی باضابطہ گفتگو

فاضل اور محقق جج صاحب نے فرمایا کہ جناب! مسلمان اُنھیں خیالات و عقائد کی بدولت تمام دُنیا میں ذلیل ہے۔ حقیر بے قدر اور افلاس کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کی پستی تمام

Marfat.com

اقوام کے نزدیک حد سے گزر چکی ہے۔ اِس مسلمان نے دینِ اسلام۔ مذہب کو ایک صندوق میں بند کر دیا ہے۔ نامی دین کو جا ملہ بنا دیا ہے۔ جب وہ اپنے اِن خیالات اور احساسات کا اظہار فرما چکے جن کو اکثر و بیشتر انگلش مین یعنی ہمارے انگریزیت کے تفوق پر ایمانِ کامل رکھنے والے حکام اور لیڈر بیان فرما کر ہمیں بھی انگریزوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب دیا کرتے ہیں تو پھر میں نے بھی لب کشائی کی اجازت طلب کی۔

فرمایا آپ اپنے خیالات کا آزادی سے اظہار فرمائیے۔ میں نے کہا میں آپ کی سمع خراشی اور تضیع اوقات کے جرم کا ارتکاب کرنا نہیں چاہتا۔ صرف تین باتیں آپ سے پوچھتا ہوں۔ پہلی بات تین جملوں کی ہے۔

نمبر ۱:۔ آپ کے نزدیک مسلمان قوم کبھی بلند بھی تھی؟

نمبر ۲:۔ کیا آپ نے فاتحینِ عرب عراق، شام، روم، مصر ایران، اسپین، یورپ، ہند، اور چین کی تاریخ بھی بغور ملاحظہ فرمائی ہے؟

نمبر ۳:۔ انگریزوں سے قبل ہندوستان انڈیا میں کس کی حکومت ایک ہزار سال تک رہ چکی ہے؟ اور انگریزوں پر کس نے نظرِ کرم فرما کر ان کو یہاں رہنے سہنے اور تجارت کے مواقع اور اسباب عطا کیے تھے۔

فرمایا بیشک وہ مسلمان ہی تھے اور تمام دنیا میں سربلند تھے۔ اور تمام تر بلندیاں ان کے حصے میں تھیں۔

میں نے عرض کی محمد بن قاسم اٹھارہ برس کا نوجوان ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے صرف دس ہزار مسلمانوں کو لے کر بھارت کے ۲۲ کروڑ سورماؤں پر غالب آیا۔ وہ تمام ملک کا واحد حکمران رہا اور ایسا حکمران کہ بڑے بڑے راجا مہاراجہ بلکہ ہندوؤں کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا اور مدبر اور سیاست دان اس کے ملکی اور ریاستی کردار نظم و نسق مخالفینِ اسلام پر ہر دلعزیزی کی حکومت کے عدل و انصاف اور رعایا پروری کی وجہ سے اس کو ایشور کا اوتار سمجھنے اور اس کے مجسموں کی پوجا تک کرنے لگے تھے۔

Marfat.com

حمیتِ اسلامی دینی احساسِ حفاظتِ قوم

اور آپ مجھ سے زیادہ تفصیل سے جانتے ہیں کہ محمد بن قاسم جیسے ناتجربہ کار معرکہ ہائے شجاعت سے ناواقف بچے کو مختصر ساز و سامان کے ساتھ آنے کی کیا وجہ تھی۔ حجاج بن یوسف کو دو مسلمان عورتوں کے ہندوؤں کے ہاتھوں قید و بند کی خبر ملی تھی۔ اُن کی حمیتِ اسلامی اتنی دور دراز مسافت پر بھی دو مسلم خواتین کی مظلومیت پر سخت مجروح ہوئی۔ اور انھوں نے صرف ان کی آزادی اور ہندوؤں کی قید سے چھڑانے کے لئے اتنے کثیرالافواج راجہ داہر کی سرکوبی کے لئے اپنے بہادرانِ اسلام میں سے ایک بہادر بچے کو بھیج دیا۔ اور اس بچے نے صرف اپنی مسلمان بہنوں ہی کو ہندوؤں کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صدیوں سے ہندوؤں کی حکومت کے مارے ہوئے ہندوؤں کو بھی اسلام کی مساوات اور رحم کرم سے سیراب کر دیا۔ یعنی حکومتِ ہنود کی طرف سے جو مظالم متواتر ہوتے چلے آ رہے تھے اُن کو بھی صفحۂ ہند سے مٹا دیا۔

آج آپ جیسے جدید تعلیم یافتہ اور سنئیا موجودۂ عالم کے مشہور حکام و افسران اور ہماری موجودہ دُنیا کے بڑے بہادر شجاع۔ صدر۔ حاکم۔ مدبر حکمراں حتیٰ کہ شیر بیشۂ شجاعت و مردانگی عالی جناب فضیلت مآب فیلڈ مارشل صدر حکومت (خدا اُن کو کامل ایمان دے) بھی بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں۔ لیکن اپنی ہزار سالہ موروثی مملکتِ ہند میں سے ذرا سی ٹھیکری رقبہ پاکستان پر بغلیں بجا رہے ہیں۔ اور ہمارے موروثی مفتوحہ بھارت میں ہمارے بھائی بہن صرف مسلمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت اور قرآن پاک پر ایمان لانے کی وجہ سے جس دَور سے گزر رہے ہیں اس کو آپ بھی جانتے ہیں۔ بتائیے ہمارے جدید علوم و فنون، نئی زندگی کے موجودہ عقائد و اعمال نے اُن کی نجات کے لئے کیا کیا؟۔

پھر میں نے عرض کی کہ شہنشاہ بابر، تیمور، غوری، تُغلق، غازی محمود غزنوی،

Marfat.com

اورنگ زیب وغیرہ ہم سب مسلمان ہی تھے۔ کیا ان کو دنیاوی بلندی کے آخری اور انتہائی مدارج حاصل نہ تھے؟۔

حضرت جج صاحب کی معقولیت پسندی

یہ سن کر جج صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ واقعی یہ سب مسلمان ہی تھے اور ان کے زمانے واقعی مسلمانوں کے عروج اور سربلندی اور فتح کے زمانے تھے۔

سوال نمبر ۲۔ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اُن بزرگوں کی سربلندی کے اسباب اور موجبات کیا تھے؟۔ اسقدر دُور دراز ممالک پر بھی فتوحات اور برتری کس طرح حاصل کرتے تھے۔ اور صدیوں اپنی مخالف اقوام پر کس طرح حکمران رہتے تھے۔ اور جس طرف جاتے تھے فتح وظفر کی حوریں اُن کے قدم چومتی تھیں۔

جج صاحب اس پر قدرے خاموش رہے تو میں نے عرض کی حضرت والا! میرے مخدوم محترم اس برتری تفوق اور کامیابی کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ قرآن کریم پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک طریق پر عمل کرتے تھے۔ اور ان کا حیاتی، معاشی، سیاسی، تمدنی، اجتماعی اور انفرادی وہی قانونِ اسلامی وہی حدیث، تفسیر، فقہ تھی جس کو آپ جدید تعلیم یافتہ حضرات اپنی بے تکی تنقیدات اور لادینی جائزات اور بے سروپا اعتراضات کا نشانہ بنانے کی جدوجہد، اپنی قابلیت کا بڑا کارنامہ اور اپنی تحقیق و تدبیر کا شاہکار سمجھتے ہیں۔

اس پر فاضل جج صاحب نے فرمایا:۔ مولانا میں مانتا ہوں کہ ان بزرگوں نے قرآن کریم اور حضور اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی بدولت تفوق حاصل کیا تھا اور میں کوئی دینی عالم نہیں ہوں۔ میری حالت ایک طالب علم کی سی ہے۔ وہ تنقیدات اور تبصرے بھی استفسار کی حیثیت سے کئے ہیں۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ

سوال نمبر ۳:۔ میں جناب سے دریافت کرتا ہوں کہ کسی حکومت یا ریاست میں عوام اہلِ ملک یا حکومت کی جانب سے اعلیٰ حاکم، صدر یا گورنر جنرل ہوتا ہے۔ کیا وُہ تمام اہلِ مُلک کے نزدیک تمام مُلکیوں میں حکومت، سیاست مُلک داری عدل و انصاف کی صفاتِ حمیدہ سے زیادہ متصف ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ حکومتِ برطانیہ کی طرف سے جو صاحب انڈیا کے گورنر جنرل بنا کر بھیجے جاتے تھے کیا وہ گورنمنٹ برطانیہ کے نزدیک مقبوضہ گورنمنٹ انڈیا کے تمام مرکزی اور صوبائی حکام سے نظامِ ملکی اور مُلک داری کی صلاحیتوں سے زیادہ بہرہ ور ہوتے تھے۔ یعنی اُن کے تمام نظام اور احکام اور معاملاتِ مُلکی سے خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے پر اعتماد کامل ہوتا تھا، یا نہیں ؟۔

تو جج صاحب نے فرمایا یقیناً صدر یا گورنر جنرل ایسا ہی شخص ہوتا تھا جو تمام تر صلاحیتوں کا جامع ہوتا تھا۔ --- پھر میں نے عرض کی اور اس گورنر جنرل کی اطاعت گورنمنٹ کی اطاعت اور اس کی توہین اور مخالفت حکومت سے سرتابی اور بغاوت اور قابلِ تعزیر تھی۔ فرمایا بیشک ایسا ہی تھا۔ میں نے عرض کی کیا حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے نزدیک قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر حاکم، سربرآوردہ، حکومتِ الٰہیہ کے گورنر جنرل بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟

جج صاحب نے فرمایا یقیناً وُہ تمام مومنوں اور مسلمانوں کے پیشوا، سردار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاکم ہیں ---- تو میں نے عرض کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والوں کی رہبری پیشوائی کے لئے اُن کو منتخب فرمایا تو یقیناً اُن میں تمام صلاحیتیں اور قابلیتیں ویسی ہی موجود تھیں جن کی بدولت وُہ تمام انسانوں کے لئے ضابطۂ حیات اور نظام کی مرتب کر سکیں۔ اور اُن کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت متصور ہو سکے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ،

فقد اطاع اللہ ۔ اب آپ فرمائیے کہ اُن کی جاری کردہ دفعات اور کلی جزئی احکامات اسوۂ حسنہ سے روگردانی اور ان احادیث یا تواریخ سے انحراف جس میں ان کی عمر بھر کی عملی، سیاسی، معاشی، تمدنی بلکہ گھریلو اور نجی حالاتِ زندگی موجود ہیں جن کو دراصل قرآن کریم کی صحیح تفسیر، تعبیر اور شرح کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کس طرح انکار ہو سکتا ہے۔ اور وہ آدمی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیلِ قرآنی کے حالات، روایات سے روگردانی کرتا ہے۔ یعنی مُنکرِ حدیث و تفسیر ہے وہ آپ کے نزدیک کیا ہے؟

فرمایا یقیناً وہ بہت بُرا ہے اور میں مُنکرِ حدیث نہیں ہوں۔ نہ کسی منکرِ حدیث سے میرا تعلق ہے۔ میں نے تو خود اپنے اس فیصلہ کا ماخذ صرف حدیث شریف ہی کو ٹھہرایا ہے۔ اور حضورِ اکرمؐ پر میرے ماں باپ قربان۔ میں اُن کی اطاعت کو شرطِ ایمان سمجھتا ہوں۔ اور انھیں کی فرمانبرداری میں دونوں جہان کی کامیابیاں مضمر پاتا ہوں۔

آخری نتیجۂ گفتگو

یہ ٹھہرا کہ فاضل و محقق جج صاحب کو اسلاف سے پوری عقیدت ہے اور حدیث شریف اور وہ قانون جس پر آج تک تمام بزرگانِ دین عمل فرماتے رہے ہیں دین اور اسلامی قانون سمجھتے ہیں۔ الحمد للہ ہماری اسلامی حکومت کے حکام و افسران کے شایانِ شان بھی یہی ہے کہ وہ اپنے مبارک نامور اسلاف کی طرح حضورِ اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی ذات اور اپنی حکومت کے لئے بہترین قانون اور لائحہ عمل سمجھتے رہیں۔ اس صورت میں تمام مسلمانانِ پاکستان کے اجسام ہی پر نہیں بلکہ ارواح اور دلوں پر بھی حکومت ہو گی۔ ❊ پاکستان زندہ پائندہ و تابندہ باد ❊

یادشاہی خدمتِ دلہائے پاکان کردن است
ہر کہ خاکِ پائے درویشان شود خاقانِ ما است

اس پر میں نے فاضل جسٹس محمد شفیع صاحب سے عرض کی کہ اجازت ہو تو میں آپ کے

اس فیصلہ کو مع اس کے مآخذ احادیث کے کتابی شکل میں شائع کر دوں۔ آپ نے بطیب خاطر فرمایا بڑے شوق سے آپ شائع کیجئے۔ میں نے شکریہ ادا کیا کہ میری غرض اسکی اشاعت سے آپ جیسے حکام عالی شان اور حکومت عالیہ کی اطاعت کی طرف لانا اور بدگمانی سے روکنا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

میں نے حقیقت اجتہاد ان کو کئی روز پہلے بھیج دی تھی جو ان کی میز پر تھی قرآنی تعزیرات اور ڈیرا انکار دونوں جلدیں پیش کیں۔ اور سلام کر کے چلا آیا۔ آپ نے شکریہ کے ساتھ قبول کیں۔

علمائے کرام و مبلّغینِ اسلام

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر قوم کی اصلاح اور فلاح و بہبود خاص کر دینی اور مذہبی عقائد اور اعمال کی ذمہ داری علمائے کرام اور ان جماعتوں یا انجمنوں پر ہوتی ہے جو دین کی اشاعت کے لئے کوشاں ہوں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، جاپان، چین وغیرہ ممالک کے غیر مسلمین میں بھی حکومتوں یا ملک کے سربرآوردہ سرمایہ داروں کی طرف سے ایسی سوسائٹیاں قائم ہیں۔ اور ان میں قابل اور ماہرین مذہب اپنے مذہبی اقتدار اور مقتضیات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات رضا کارانہ یا بالمعاوضہ تن دہی سے کام کرتے ہیں۔ اور ایسے ذرائع عمل میں لاتے رہتے ہیں کہ قوم میں مذہبی سپرٹ اور جذبات باقی رہیں۔ اور مذہب بڑھے۔ ماشاء اللہ مسلمانی حکومتوں میں بھی کسی نہ کسی صورت سے ایسی جماعتیں ہیں اور اسلامی مدارس، یونیورسٹیاں ہیں۔ جو دین کے قیام و احیاء کے لئے جدوجہد کرتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ ہماری ہی بدقسمتی یا تجاہل و تساہل عارفانہ ہے کہ ہماری حکومت کو خدا کے فضل سے چودہ سال ہو گئے۔ (اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز فرمائے) مگر آج تک دین کی اشاعت کے لئے باقاعدہ کوئی ادارہ قائم نہیں ہوا۔

ہاں بے دینی اسلامی عقائد اور نظریات بلکہ خود بانیٔ دینِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان پر اتری ہوئی کتاب قرآن کریم کی بدترین توہین ہو رہی ہے۔ اور

Marfat.com

اس تحریک و تخریبِ دین کے آفت کے پرکالے پرچارک فرزندانِ اسلام اور محبانِ اسلاف بلکہ عاشقانِ رسول رؤف الرحیم ﷺ کی جیبوں خیز انوں سے ہی اس گناہِ عظیم پر بڑی بڑی امدادیں حاصل کر رہے ہیں۔

اے میرے پیارے دین کے مبلّغین آپ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ آپ اپنے نظریۂ اسلامی اور اشاعتِ دینی کی معاون و مددگار حکومت سے اس کے دین کی اشاعت کی کسی خدمتِ عظمیٰ کے ثوابِ دارین بلکہ استحکام اور ہر دلعزیزی حکام و افسران کی طرف رہنمائی فرماتے۔ آپ حضرات اپنے مخصوص مدارس، کالجز اور اداروں کے لئے تو البتہ حکومت کی نظرِ عنایت معطوف کراتے رہتے ہیں۔ اور آپ نے تبلیغِ اسلامی کا ایک جدید لائحہ عمل اور محدود دائرہ کار مقرر فرمایا ہے۔ بس آپ کی تمام تر جدوجہد اُس مخصوص کارِ خیر کی طرف یقیناً قابلِ قدر صورت میں ہوتی رہی ہے۔

حکامِ عالی مقام کی حالت

یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض و واجبات لازمی اور مخصوص جدید روشنی کے ماحول کے مطابق اپنی پرداخت و مشاغل سے فرصت ہی نہیں پاتے۔ ہاں بے چارے کبھی سٹیجوں پر بیانات حکومت کی بنائے حکومت کے تائیدی ریزولیشن کی طرح خوش بیانیاں فرماتے رہتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسے اقوال کا کیا اثر ہو سکتا ہے جو عملی روح سے محروم ہوں۔ حالانکہ کسی انقلاب اور قلب ماہیت کے لئے ادوانت عاملہ ہی کو کامیابی ہوتی ہے۔ آپ کا فرض تھا اور اب بھی ہے کہ آپ ایسی سکیم اور طریق مستحسن اختیار کریں کہ چند لمحات صرف فرصت حکام بھی افکار و نظریاتِ اسلامی کے ذکر و تذکیر سے لطف اندوز ہو سکیں۔

حکام و افسران میں اسلامی افکار کا جوش و خروش

پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ علمائے کرام و مبلغین حضرات ایک جماعت ایسی تیار کریں جو بہت مہذب تعلیم یافتہ اور مسائل حاضرہ کے حل کرنے کی لیاقت

Marfat.com

کی حامل ہو۔ اور اپنی گفتگو یا عرض و معروض میں اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ پر پوری عامل ہو۔ بردبار متحمل۔ آداب حکومت سے آراستہ ہو۔ اور وہ اوقات فرصت میں اجازت لینے کے بعد حکام عالی مقام کی تحدمتہائے گرامی میں حاضر ہو۔ اور اُن کو حکومت کے استحکام اور خود اُن کی قدر و منزلت اور ہر دل عزیزی کے بہترین طریقے پسندیدہ انداز سے گوشگزار کرے۔ اور اُن کے دلوں میں اسلاف کی اَوّلیت و تفوق کے وہ اسباب و علل بٹھا دے جس سے ان کا حافظہ خود تائید کرنے لگے اور وہ اپنے مراتب عالیہ کے قیام بلکہ دوام کے لئے اُن پر عمل کرنے کی ضرورت تمام فرائض موجودہ سے زیادہ محسوس کرنے لگیں۔ ماشاء اللہ ہمارے حکام اکثر و بیشتر ذی علم معقولیت پسند شریف النسب اور رہبرانِ ملک و ملت کے فرزندانِ ارجمند ہیں ممکن نہیں کہ وہ اپنے دین و دنیا کے اسباب اور وسائلِ ترقی کو بطیبِ خاطر قبول نہ فرمائیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ حضرات برطانیہ کے طرزِ مخصوصہ کے تعلیم و تعلم سے فیض یافتہ ہیں اکثر و بیشتر انگریزیت اور عیسائیت کے ماحول سے متاثر ہیں یہ کسی اسلامی اور دینی ادارہ کے فارغ التحصیل اور صحبت یافتہ بھی نہیں کہ دینی اور اسلامی رجحانات مرکوزِ خاطر ہوں ہاں وہ اپنی فطانت اور ذہانت سے یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ ریاستِ اسلامی میں غیر مسلم ریاستوں کے مابین طرۂ امتیاز ضرور ہونا چاہیئے جس کے لئے پاکستان معرضِ وجود میں آیا ہے مگر وہ طرۂ امتیازی مشاغل موجودہ کے شور و شر میں طاقِ ذہول نسیاں خانہ میں غیر مرئی سا بلکہ بعض وقت غیر محسوس ہو جاتا ہے اُس کو نمایاں کرنے کے لئے صرف یہی آلۂ تذکیر کار آمد ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے اس برسرِ اقتدار طبقہ کو پورے طور پر دینِ اسلام کا خوگر اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدر دان عامل بنا دے تو پھر ہمیں زیادہ بھی تبلیغ و اشاعت کی حاجت نہیں اللہ تعالیٰ نے ان حکام کو ایسی نعمت اقتدار بخشی ہے کہ ان کی پیروی اور تقلید ہر طبقے کو مسحور کر لیتی ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ۔

اگر شاہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پرویں

جب یہ اللہ تعالیٰ کے خوف و رجا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزت

Marfat.com

واحترام کے جذبہ سے اُسوۂ حسنہ کی مجسم تفسیر بن جائیں گے تو پھر کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے کلام بلاغت نظام قرانِ کریم اور اُس کے رسول رحمت اللعالمین کی اطاعت و فرمانبرداری کے سوا کوئی راستہ ہی نظر نہیں آئیگا۔

مُسلمانوں کے لئے قابلِ فخر شخصیت

حضرت الحاج رانا محمد ظفر اللہ خان طال اللہ بقاءہٗ کی آپ کے سامنے موجود ہے۔ جنہوں نے صرف جذبۂ تبلیغ اسلامی اور اصلاحِ قومی سے سرشار ہو کر رقم کثیر سے ایک ادارۂ تعلیم جامعہ اسلامیہ کے نام سے منٹگمری کے ضلع میں ۱۹۵۶ء سے جاری کیا ہے۔ جسمیں دین کی علمی اور عملی تعلیم سے تعمیر سیرت و کردار کی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی علوم جدیدہ اور فنون لازمۂ زندگی کی بدرجۂ اتم تربیت دی جاتی ہے اور یہی آئندہ نسلوں کو دھریت۔ عیسائیت اور الحاد جیسی تباہ کُن روش سے بچانے کا بہترین طریقہ ہے کہ بچوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف قرآنِ کریم کی عظمت اور خاتم الانبیاء سید الکونین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے مبارک اعمالِ گرامی اور ارشاداتِ سامی کی عزت واحترام متمکن کر دی جائے اور اسی لئے رانا صاحب نے باشرع معلمین کے ذریعہ بچوں کی تعلیم کا

تعلیم یافتہ اور عام نوجوانوں میں تبلیغ

کا بھی حضرت رانا صاحب موصوف نے بہترین طریقہ اختیار کیا ہے جس کا اعلانِ مسرت فرجام ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء کے کوہستان اخبار میں پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ میں آپ کی آگاہی کے لئے اخبار کا پورا نوٹ پیش کرتا ہوں۔

الپشین میوچل انشورنس کمپنی کے زیر اہتمام یکم نومبر ۱۹۶۱ء سے درس قرآن و حدیث کا سلسلہ جاری کیا جا رہا ہے۔ جس کی رسم افتتاح **سفارت خانہ متحدہ عرب جمہوریہ** کے ثقافتی اتاشی ڈاکٹر حسین حبشی کریں گے۔ درسِ قرآن پاک و حدیث شریف روزانہ بعد نماز مغرب و عشاء دیا جائے گا۔ دیگر علمائے کرام کے علاوہ

Marfat.com

ڈاکٹر سید سلیمان الملکی ڈائریکٹر ثقافتی مرکز متحدہ عرب جمہوریہ بھی درس دیا کریں گے۔ یہ کمپنی مال روڈ پر ریگل کے نمبر ۱ نمبر ۲ بس کے اسٹاف سے متصل بجانب شمال ہے۔ یہیں موٹر رکشا کا اسٹینڈ بھی ہے۔

حکام وافسران حضرات

اس درس میں یقیناً شریک ہو کر ثوابِ دارین کے حصول کے سوا اپنے اقتدار اور تفرر کے استحکام اور حکومتِ اسلامیہ پاکستان کی ہر دلعزیزی پر نہایت موثر اور سیر حاصل فضائیں سے شاد کام ہوں گے۔ غالباً یہاں انگریزی۔ اردو۔ پنجابی وغیرہ زبانوں میں درس ہوگا۔ یہ کتنی پیاری مثال ہے ہمارے علمائے کرام اور سرمایہ دار افراد یا جماعتوں کے فریضۂ تبلیغ سے سبکدوش ہونے کی۔

اب ہماری تبلیغی جماعتوں اور مبلغین علماء کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنی حکومتِ اسلامیہ کے اراکین اور افسرانِ والاشان کے قرب و جوار۔ محلوں۔ روڈوں۔ یعنی مسلم ٹاؤن۔ ماڈل ٹاؤن۔ گلبرگ۔ صدر چھاؤنی۔ سمن آباد۔ گورنمنٹ کواٹرس نواں کوٹ اور دوسرے مقامات پر اس قسم کی درس و تدریس کا ایسا انتظام فرمائیں کہ جہاں معزز حکام اور ملازمینِ حکومت اور سرمایہ دار حضرات خوشی سے تشریف لا سکیں۔ اور مجھے امید ہے کہ ہر مقام کے محبانِ مذہب و ملت کسی نہ کسی جگہ پر اپنی شایانِ شان انتظام فرمائیں گے۔ لیکن اس کی جد و جہد تبلیغی جماعتوں اور علمائے کرام کا کام ہے۔ میں نے حضرت الحاج مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری اور مولانا محمد حنیف صاحب ندوی کو اس کے متعلق گفتگو کرتے سنا تھا مگر بعد کی خبر نہیں کہ اس کو گفتگو تک ہی محدود رکھا یا عملی جامہ بھی پہنایا۔

تبلیغی تقریروں کا موضوع

میرے خیال میں انگلش میبنوں اور انگریزی طرزِ معاشرت کے خوگر افراد کی درستی کا سب سے بہتر طریقہ ہے کہ ان کو اول کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ط

Marfat.com

کے معنی ذہن نشین کرائے جائیں۔ اور کلمۂ طیبہ کا تلفظ بھی صحیح سکھایا جائے۔ چونکہ میں نے بعض گریجوایٹ حضرات کو دیکھا ہے کہ کلمہ بھی صحیح پڑھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ کلمہ شریف تو ہر وقت ہر آدمی کو پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن سلام تو ایسی چیز ہے کہ آجکل انگریزیت کے خوگر بھی عام مسلمانوں یا اپنے جیسوں سے السلام علیکم یا سلام علیکم کے ساتھ ابتدائے ملاقات کرتے ہیں۔ مگر بہت سے بیچارے اسلامی رسم ملاقات یعنی سلام کے جواب سے بھی نابلد ہیں۔

ہم ان سے کہتے ہیں السلام علیکم یا سلام علیکم تو وہ بھی ہمارے ہی الفاظ واپس کر دیتے ہیں یعنی السلام علیکم کے جواب میں بھی السلام علیکم ہی فرماتے ہیں۔ گویا ان بیچاروں انگریزیت کے ماروں کو اسلامی سلام میں بھی انگریزیت کی پابندی ضروری محسوس ہوتی ہے۔ یا اسی طرز سلام کو ترجیح دیتے ہیں جو انگریزیت اور عیسائیت کا سلام ہے۔ گڈ مورننگ جواب بھی گڈ مارننگ ہے۔ گڈ نون جواب بھی گڈ نون۔ اور گڈ ایوننگ گڈ نائٹ کا جواب بھی یہی لفظ ہے۔ اس لئے سلام کے فوائد اور جواب کا طریق اسلامی بھی سکھانا ضروری ہے۔ کیونکہ انکی دیکھا دیکھی بہت سے لوگ ایسا ہی کرنے لگے ہیں۔

ہمارے بعض سرمایہ دار اور مالدار حضرات بھی اپنے افسروں اور حاکموں کی تقلید اور پیروی بلکہ نقالی پر فخر کرتے ہیں۔ میں نے ایک ویسی مسلمان مالدار کے گھر دیکھا کہ اُن کے بچے ماں کو ممی اور باپ کو ڈیڈی کہتے تھے۔ حالانکہ ابا میں اب اور اُمی عربی اور اسلامی ہیں جو مسلمانوں میں بولے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ اُمی کی بجائے اَمّی کہتے ہیں۔

دوسری ضروری بات

یہ ہے کہ ان حضرات کی اصلاح کی تقاریر میں اختلافی مسائل کا ذکر نہ ہو۔ سب سے اول ان کو استنجے۔ غسل۔ اور وضو کے مسائل سمجھائے جائیں۔ اور نماز کی اہمیت کا تصور دلا کر اُن کو مسجدوں میں نماز پنج وقتہ ادا کرنے کی طرف لایا جائے۔ چونکہ نماز ہی ایسی عبادت ہے جو تمام برائیوں اور جرائم سے روکتی ہے۔ اور میں اس تبلیغی جماعت کو

Marfat.com

نہایت قابلِ داد سمجھتا ہوں جو کلمۂ طیبہ کی صحت اور نماز کی پابندی کی تلقین کرتی ہے کاش اس جماعت کو اپنے ملک کے حکام طبقہ کی اصلاح کی اہمیت ذہن نشین ہو جائے۔ اور یہ اپنی زیادہ جد وجہد کے سپنے پاکستانی حکام واجب الاحترام کی دینی خدمات کرنے لگے۔ تو پھر معاشرہ سے تمام خرابیاں بہت جلد دور ہو سکتی ہیں۔ جب تک حکام۔ افسران اور ان کے قدم بہ قدم چلنے والے سرمایہ دار اسلامی عقائد سے مزین نہ ہوں۔ عوام پورے طور پر اسلامی نظریات پر عامل نہیں ہو سکتے۔

قرآن وحدیث

اگر ایسی مجالس میں درسِ قرآنِ کریم اور اس کی تفسیر کا سلسلہ احادیث سے شروع ہو۔ تو بہت بہتر ہے۔ ورنہ سورۂ البقرہ۔ سورۂ اعراف کی تفسیر ضرور سنائی جائے اور نماز میں جو چھوٹی چھوٹی صورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ سورۂ فاتحہ۔ اخلاص۔ کوثر۔ عصر وغیرہ کم ازکم دس بارہ سورتوں کے معنی مع تفسیر کے ذہن نشین کرنیکی کوشش بھی ضروری ہے۔

حدیث میں سے باب الایمان۔ باب الرحمت وشفقت۔ باب الاکل۔ والشرب باب المعاشرہ۔ باب الاخوۃ۔ باب السلام اور معاملات کی درستی کی احادیث بھی ضرور سکھائی جائیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضؓ واہلِ بیتِ عظامؑ کے مناقب اور حالاتِ زندگی۔ فراہین اور فاتحین اسلام کے غزوات سنائے جائیں۔ ایمان واسلام کی مخصوص سرفرازیاں بالکل ذہن نشین کرائی جائیں اور تعلیم اسلامی کی طرف نہایت مستحسن طریقوں سے رغبت دلائی جائے۔

حکومت سے ضروری درخواست

حکومتِ موجودہ نے یہ بہت مبارک اقدام کیا ہے کہ معاشرے کی اصلاح کے کام کرنے والے علماء۔ خطباء اور آئمہ مساجد کے لئے مسائلِ حاضرہ سے ہم آہنگ کرنے کی خاطر کورس مقرر کیا ہے۔ یعنی اس کورس کے پڑھنے کے بعد یہ مذکورہ حضرات

Marfat.com

قابلِ ملازمت سرکار ابد قرار ہوسکیں گے ۔ اسی طرح حکومت عہدے داروں خصوصاً۔ گورنروں وزیروں ۔کمشنروں۔ ڈپٹی کمشنروں۔ آئی جیوں۔ ڈی۔ آئی جیوں۔ انجینئروں اور ہر محکمہ کے ذمہ دار عہدے داروں اور افسروں بلکہ پولیس کے سپاہیوں تک کے لئے اسلامی نظریات اور ایمانی تقاضوں کو ذہن نشین کرانے کے لئے ایسا سبق ۔کورس تیار کرائے۔ یا ایسی دینی کتابوں کے اسباق کو ملازمت کی شرط ٹھہرا دے۔ جن کے ذریعہ ۔خدا ترسی ۔خوفِ خدا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی ۔عدل و انصاف اور ایمانی اور اسلامی رواداری اور مفادِ عامہ کا پورا احساس ہوسکے اور صوبائی ۔خاندانی ۔لسانی ۔ علاقائی تعصبات ۔کنبہ پروری۔ احباب نوازی ۔ ناجائز طریق سے زر اندوزی ۔ رشوت وغیرہ کے گندے اور مخرّبِ حکومت جذبات فنا ہوجائیں ۔

اور ہر کام اور ہر ڈیوٹی کی انجام دہی کے وقت اسلامی اور جمہوری تقاضوں کی تعمیل ہوتی رہے ۔ بلکہ ان حکام اور معاونین حکومت میں الحاد ۔ بے دینی اور اسلام دشمن عقائد اور اعمال کے مٹانے کی قوتیں نمایاں ہو جائیں ۔ اس مبارک تعلیمی کورس میں کامیابی کے بغیر کسی کو ملکی اور ریاستی خدمت ہرگز نہ دی جائے ۔ اسلامی حکومت کے لئے سب سے بڑی بدنامی کی بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے حکام عمال ہی ایمان اور اسلامی عقائد اور اعمال کی مخالفت کرنے لگیں ۔

ایسی صورت میں اس کو اسلامی حکومت کہنا یقیناً کذب ۔ دھوکہ بازی اور چار سو بیس کا جرم کہا جائے گا ۔ اور یہی خلافِ اسلام رویہ حکومت کو تمام حکومتوں اور رعایا کی نگاہوں میں بے عزت کر دیتا ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ یعنی تم ایسی بات کیوں کہتے ہو ۔جس پر عمل نہیں کرتے ۔ خدا کے فضل و کرم سے حکومت پاکستان قرآن و سنت پر عمل کرنے کرانے کے قول و قرار ہی پر بنی ہے ۔ اس کی ترقی اور استحکام بلکہ مقبولیت اسی عمل پر مبنی ہے ۔

ججوں اور مجسٹریٹوں کی تعلیم

الحمدللہ ہمارے ملک ۔ حکومت اور عوام کی خوش قسمتی سے اکثر حکام افسران نہایت نیک دیندار

اور حق شناسی سے حکومت و ملک بلکہ پبلک کے فخر کا باعث ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن مجسٹریٹوں اور ججوں کا طبقہ مُلکی نظامِ حکومت کے اعتماد اور رعایا پروری میں بہت ہی نمایاں خصوصیات کا حامل ہونا چاہیئے۔ اس کے فیصلے اور فرامینِ عدل و انصاف سے حکومت ہی نیک نام اور مستحکم نہیں ہوتی بلکہ تمام پبلک امن و امان بلکہ اطمینانِ دل حاصل کرتی ہے۔ جرائمِ مہلکہ اور افعالِ مخربہ سے مُلک اور اہلِ مُلک کو نجات بھی اسی طبقۂ مکرمہ کے طفیل حاصل ہوتی ہے۔ کمزوروں اور لاچاروں کی ظالموں، ستمگروں اور ناحق شناسوں کے پنجۂ استبداد سے گلو خلاصی۔ خواص عوام کی دادرسی۔ مُہلکات کی بیخ کنی یعنی بدکردار۔ دُشمنانِ عوام کی سرکوبی کا سہرہ اسی طبقہ کے سر پر ہے شجاعانِ مُلک اور غیورانِ قوم کی حوصلہ افزائی۔ عفتِ عِصمت مآب خواتین کی عزت و حرمت اور پارسائی کی حفاظت اسی جماعتِ واجب الاطاعت کا مستحق صد تحسین و آفرین کارنامہ ہے قوانین الہیہ اور فرامینِ انبیاء و اسالیب خُلفائے راشدین یعنی ناموس شریعت مطہرہ کی حفاظت بھی اسی کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ اس طبقہ کی صحیح رہنمائی درحقیقت استحکامِ حکومت کی مضبوط ترین بنیاد ہے۔ اس لئے ججوں اور مجسٹریٹوں کے واسطے اوامر و نواہیِ قرآنی احکامِ حدود و تعزیراتِ قرآنی۔ فرائضِ قضاۃ۔ ملکہ استخراج و استقراء۔ طریقۂ فہم و فراستِ اُمورِ عامہ مسالکِ آئمہ و سُلاطین اسلامیہ کی تعلیم نہایت ضروری ہے۔ تاکہ یہ طبقہ صحیح معنوں میں اپنے فرائض اجرائے نفاذ نظریات اسلامیہ میں کامیاب ہوتا رہے۔ اور اپنے مُلک و قوم کی فلاح و بہبود اور اسلامی معاشرہ کی توثیق کا ثواب و تحسین حاصل کرتا رہے۔ اس کے تعلیمی کورس میں اُصولِ حدیث۔ اُصولِ تفسیر اُصولِ فقہ اور تکمیل الایمان حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح کی فیصلہ جاتِ فاروقی رض اور معمولاتِ عمر بن عبدالعزیز رح اور حدیث میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خُلفائے راشدین کے قضایا کا ضروری مواد ہونا چاہیئے۔ اور اس کے امتحان میں کامیابی کے بغیر مجسٹریٹی اور ججی کا منصب ہرگز کسی کو بھی نہ دیا جائے۔

قانون اور اُس کا نفاذ

قانون صرف عوام کے لئے ہی نہیں ہوتا بلکہ خواص حکام۔ صدور، وزراء اور تمام

Marfat.com

عمالِ حکومت بھی کسی قانون اور ضابطہ کے پابند ہوتے ہیں۔ اور لاقانونیت شخصی استبداد کسی دانا کی بھی شایانِ شان نہیں اور حکومت اور حکام تو اس سے بھی بالاتر ہوتے ہیں۔ ان کو ایک مقررہ قاعدے اور ضابطہ کے تحت ہی اپنے عدل و انصاف اور مُلک داری کا اظہار یا اپنے منصب کو محفوظ و مستحکم کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ حکومت کے صدور اور اعلیٰ حکام ہی عوام کے لئے انقیاد و پابندیٔ قانون کے نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر وہ اپنے فرائضِ منصبی سے چشم پوشی اور بے اعتنائی کرتے ہیں تو صرف اپنے خُداداد عزت و احترام ہی کو فنا نہیں کرتے بلکہ ملک میں قانون فراموشی اور بے اعتنائی بلکہ لاقانونیت کے جذبات کی تحریک و ترویج کے مجرم بھی سمجھے جاتے ہیں۔

پاکستان کی حکومت صرف اسلامی نظریات کی ترویج کے لئے موہبتِ الٰہیہ ہے گو یہ اتفاق ہی ہے کہ توثیق و تحفظ حکومت کا فریضہ اُن دل اور دماغوں کو تفویض ہوا ہے۔ جو اکثر و بیشتر غیر اسلامی نظام و قوانین کے خُوگر بلکہ اس سے مرعوب ہیں۔ موجودہ مروجہ قانون بھی اکثر وہی ہے۔ لیکن خوشی ہے کہ ہمارے صدر ذی قدر اور حکام عالیشان اسلامی قانون کی تشکیل و تدوین میں کوشاں ہیں اور ان کی قابلِ قدر مساعی فلاح و بہبودِ عوام و انسدادِ مفاسدِ عامہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بار آور ہوں گی۔ لیکن اس کے لئے غیر اسلامی قانون سے استبراء و تنقیۂ طبائع و اذہان بھی ضروری ہے۔ ایک دل اور ایک دماغ دو متضاد قانونوں کی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کی صرف ایک صورت یہ ہے کہ اسلامی قانون اور نظریات سے اثر پذیری کی طرف رغبت ہو۔ اور اسلامی قوانین و ضوابط کی قدر و منزلت کے لئے پیش قدمی کا مظاہرہ کریں۔

اس کے برعکس

اگر حکام اور قابلِ قدر طبقہ قضاۃ۔ مجسٹریٹ اور جج حضرات اسلام اور اس کے قانون کی افادیت کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگیں تو یقیناً یہ بات حکومتِ اسلامی کو عوام کی نگاہوں میں مشکوک کرنے کا بدترین سبب بن جائے گی۔

Marfat.com

مسلمان اگرچہ کسی بھی دورسے گزر رہا ہو۔ مگر اسلامی عقائد اور نظریات کی قدر و منزلت سے اس کا ضمیر کسی نہ کسی حد تک ضرور منور ہوتا ہے۔ اور غیر اسلامی احکام۔ اور قوانین بطیبِ خاطر قبول کرنے کے لئے کُلّی آمادگی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ ہماری حکومتِ اسلامیہ کی داغ بیل انبیاء علیہم السلام کی ڈالی ہوئی اور اس کی تکمیل خاتم الانبیاء سردارِ دوجہان نے فرمائی ہے اور اس کی ترویج کی جدوجہد میں قدرت کی طرف سے مسلمانوں کو جو حکومتیں۔ ایران شام اور مصر وعرب عراق یورپ ہند اور چین وغیرہ دور دراز ممالک میں عطا ہوئی تھیں وہ بھی تاریخ بینوں سے پوشیدہ نہیں ابھی کل کی تو بات ہے کہ اس برِّاعظم انڈیا میں ہمارے ہی آباؤ اجداد حکمران تھے اور سال دو سال حکومت کا شرف حاصل نہیں کیا تھا بلکہ ایک ہزار سال انڈیا۔ آٹھ سو سال یورپ اسپین۔ اُندلس۔ غرناطہ۔ قرطبہ وغیرہ پر حکمران تھے۔ غرناطہ۔ قرطبہ۔ بغداد۔ اُندلس اور دور کیوں جائیے۔ بھارت میں روضۂ تاج محل۔ دہلی کا لال قلعہ۔ اور دہلی کی شاہی مسجد بآوازِ بلند کہہ رہے ہیں کہ ہمارے بانی ابھی ابھی ہماری تکمیل کر کے گئے ہیں۔

میری نظروں میں لال قلعہ اسی آب و تاب سے جلوہ افگن ہے جبکہ اس پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اور دہلی کے بڑے بڑے دھارک ہندو سورج نکلنے کے پہلے اس کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشتے تھے، بہادر شاہ ظفر مرحوم کو اپنی کھڑکیوں اور جھروکوں سے پرنام کر کے خوش قسمتی پر ناز کرتے تھے۔

اے میری پیاری چودہ سالہ حکومتِ پاکستان

خُدائے تعالیٰ تجھے پروان چڑھائے اور تیرے شباب اور جوانی کے میلے ہم جیسے مُدت کے تمنائی بوڑھوں کو بھی دکھائے۔ آمین۔ اللہ رکھے۔ تو ابھی بچی ہے۔ تجھے لازم ہے کہ اپنے خاندان کی بڑی بوڑھیوں کی طرح اپنے خدوخال کو اسلامی غازے اور ایمانی قدر اور انداز سے آراستہ رکھے۔ اپنے بزرگوں کے طور طریق ہی تیری شایانِ شان ہیں۔ عصمت و عفت پاکدامنی میں تو اپنی دادی نانی کی طرح دُنیا کے دِلوں میں احترام اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک

Marfat.com

مقبولیت کا اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہ۔

ترکی مصر بھی اگرچہ تیری اسلامی بہنیں کہلاتی ہیں۔ مگر انہوں نے شوخ چشمی حسن نمائی۔ ظاہری بناؤ سنگار میں پیرس کی چھوکریوں کی چال ڈھال پسند کر لی اور اپنی خاندانی شرم و حیا بلکہ آبائی غیرت اور ناموسِ شریعت کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اُن کو یورپینوں اور عیسائیوں کے پڑوس نے چُل دے دیا۔ ہنسوں کو کوؤں کی چال راس نہیں آتی۔ شیروں کو لومڑیوں اور گیدڑوں کی روش نہیں بھاتی۔ دیکھ تیری ہی بہن عربی حکومت بھی تو ہے۔ کہ اپنے خالق مطلق کے احکام پر کس طرح کاربند ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک طور طریق کو کس طرح لائحہ عمل بنا کر دُنیا اور دین کی نگاہوں میں محترم ہے۔ خُدا کے فضل سے سونے کی کانیں اور تیل کے چشمے اُبل پڑے ہیں۔

عیش و آرام کے سمندر موجیں مارتے ہیں۔ امن و امان کی خوشگوار ہوائیں چل رہی ہیں۔ بے دینی بدکرداری بلکہ ہر قسم کی بداعمالی کی تاریکیاں دُور ہو چکی ہیں۔ آفتاب قرآن کریم اور مہتاب رسولِ رؤف الرحیم کے احکام کی ضیاؤں نے زندگی کے تمام گوشوں کو نیکی اور تقویٰ سے جگمگا دیا ہے۔ اللہ رکھے تو بڑی ہونہار ہے تیرے ابا قائداعظم خدا بخشے قرآن کریم اور احادیث رسولِ رؤف الرحیم کی پابندی کی تلقین کرتے ہوئے خُدا کو پیارے ہوئے تیرے چچا شہید ملت لیاقت علی خان مرحوم بھی اسی دُھن میں سدھارے اور اللہ رکھے تیرے بڑے بھائی فیلڈ مارشل صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب بھی اسلامی نظریات اور اعمال کی ترغیب دیتے رہتے ہیں۔ تو سچ مچ اسلامی بن جا۔ اور اپنے نوکر چاکروں کو اسلامی سانچے میں ڈھال دے۔ ان کے دلوں اور دماغوں سے فرعونیت اور بے دینی کے خیالات نکال پھینکنے اور اسلامی عقائد اور اعمال سے آراستہ ہونے اور اسلامی قانون کی عزت و حُرمت برقرار رکھنے کی سخت ترین تاکیدیں اور احکام نافذ کر دے۔ اُن کی زبانوں بلکہ تمام حواس اور قویٰ کو اسلامی قانون کی تعمیل کے لئے پابند کر دے۔

تیری پھوپی جان محترمہ فاطمہ جناح بھی تجھے اور تیرے تمام اسٹاف اور رعایا کو یہی ھدایت فرماتی رہتی ہیں۔ خُدا تعالیٰ آپ سب کو بزرگوں کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی

Marfat.com

توفیق بخشنے اور انھیں دین و دنیا کی اعلیٰ ترین ترقیوں سے ہم کنار فرماتا رہے۔ آمین۔

حکومتِ پاکستان کے جج محمد شفیع صاحب کی کہانی

بڑی دلچسپ ہے۔ کہ ایک آدمی عمر دین نامی مر گیا اور رشیدہ بی بی۔ اپنی بیوہ اور دو بچوں کو چھوڑا۔ عدت کے بعد کسی وقت رشیدہ بی بی نے ایک آدمی امام دین سے نکاح کر لیا۔ بچیاں چونکہ نابالغ تھیں وہ ماں کے ساتھ ہی رہیں۔ رشیدہ بی بی کے میاں یعنی بچیوں کے باپ نے دس ہزار روپے کی جائیداد بھی چھوڑی۔ عمر دین مرحوم کے سگے بھائی شہاب الدین نے گوجرانوالہ عدالت میں درخواست پیش کر دی کہ بچیوں اور اُن کی جائیداد کا مجھ کو ولی مقرر کیا جائے۔ رشیدہ بی بی نے اس درخواست کی مخالفت کی اور کہا کہ مجھ کو شہاب الدین لڑکیوں کے چچا سے خطرہ ہے۔ وہ مخالف ہے۔ لیکن گوجرانوالہ کی عدالت نے شہاب الدین کو لڑکیوں کا ولی مقرر کر دیا۔ اور حکم دے دیا کہ فلاں تاریخ تک لڑکیاں شہاب الدین کے سپرد کر دی جائیں۔

مسماۃ رشیدہ، لڑکیوں کی والدہ نے اس فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کر دی۔ اور اس کی اپیل منظور بھی ہو گئی اور وہ مقدمہ فاضل جج محمد شفیع صاحب کی عدالت میں پیش ہوا۔ اور اس مقدمہ یا نزاع کے طے کرنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ کا یہ قانون تھا۔

حکومت کی طرف سے قانونِ تولیت

دفعہ ۷ اقانونِ ولایت کے الفاظ۔ کسی نابالغ کے ولی کے تقرر یا استقرار (ثابت ہونے) حق حضانت (پرورش کرنے) کی منظوری کے وقت عدالت کو دفعہ ھذا کی شرائط کے تابع۔ اور اس (شخصی) قانون کے مطابق جو نابالغ سے متعلق ہے اس بات کا دھیان میں رکھنا ضروری ہے کہ نابالغ کی سود و بہبود (بھلائی) کس انتظام میں ہے۔

ناظرین کرام و حکام واجب الاحترام۔ مذکورہ قانونِ ولایت کتنا صاف

58547

Marfat.com

اور صریح ہے کہ نابالغوں کا فائدہ بہر حال مدِ نظر رکھنا ہے۔ مجسٹریٹ اور جج صاحبان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ حالات کا پورا جائزہ لے کر نابالغوں کی بھلائی کے لئے فیصلہ کریں۔ اور یہی وہ دفعہ ہے جو قانونِ حکومت ہے۔ اس پر تنقید یا تبصرہ کرنے کا حق جہاں تک مجھے علم ہے مذکورہ حضرات کو مطلق نہیں۔ یہ کام تو قانون ساز جماعت کا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جو چاہے حکم دے یا مناسب سمجھے تو ترمیم و تنسیخ کر دے۔ لازمین حکومت اور رعایا کا فرض اس کی تعمیل ہے۔ اور اس تمام رودئیداد و مقدمہ میں کہیں ایک لفظ بھی اسلامی اور غیر اسلامی قانون کے متعلق بھی نہیں۔ نہ اس کا موقع تھا۔ چونکہ برطانیہ کی حکومت کے مقننین نے جو قوانین بھی وضع کئے اور ملک کے لئے واجب العمل ٹھہرائے۔ انہیں سے فیصلے ہوتے رہے۔ اور ابھی تک وہی قانون رائج ہے۔ ان دفعات اور قوانین کا ماخذ (جس سے یہ بنے) کیا تھا اس سے کوئی بحث نہیں۔

جج صاحب کا فرض

تو صرف اتنا تھا کہ وہ نابالغوں کی بھلائی کے لئے مناسب فیصلہ کر دیتے۔ الله الله خیر سلّا۔ اور قانونِ شریعت احادیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر تنقید و تبصرہ سے اس معاملہ کو دور کا بھی سروکار نہ تھا۔ لیکن جج صاحب نے دور از کار بحث پر بہت سے صفحات سیاہ فرمائے۔ اور اس اسلامی ملک میں جس کی تعمیر میں قانونِ شریعت اور اسوۂ حسنہ روحِ رواں کی حیثیت رکھتے ہیں ان دونوں بنیادی چیزوں کی بیخکنی پر بڑی جسارت سے قلم کا کلہاڑہ چلایا ہے جس سے مسلمانانِ پاکستان کی حمیت و غیرتِ اسلامی یقیناً مجروح ہوئی ہے۔ اور دراصل یہی ایمان کی شرط اور علامت بھی ہے کہ قانونِ شریعت اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی پوری عزت و توقیر کی جائے۔ اور ان کے اسوۂ حسنہ کو دنیا کے تمام قوانین اور مقتضیات پر ترجیح دے کر اس کا احترام کیا جائے۔

بمصطفٰےؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ۔ و گر باو نہ رسیدی بہ تمام بولہبی است

Marfat.com

علماء اور اخباروں، رسالوں نے جج صاحب کو جو کچھ بھی کہا مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں حکومت عالیہ کی طرف سے بدگمانی کے خیالات پیدا نہ ہو جائیں۔ چونکہ حکامِ عالیشان کے برتاؤ اور ملازمانہ افعال کا اثر عوام پر ضرور پڑتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ حکومتِ پاکستان کو تمام قسم کی بدگمانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔)

میرا طریقہ

اگرچہ اکثر و بیشتر علمائے کرام اور محبانِ اسلام کی وفورِ عقیدت کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم، نبی رؤف الرحیم اور ان کے اسوۂ حسنہ۔ سنّت یعنی اصلی صراطِ مستقیم کے احترامِ خداداد کے خلاف لب کشائی کی گستاخی کرنے والوں پر لعنت ملامت کریں۔ اور اُن کی اس قسم کی یاوہ گوئی کی دھجیاں اُڑائیں۔ لیکن میرا طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کے گناہِ عظیم کی جسارت کو لاعلمی یا موجودہ تہذیب کے جذبات مخربہ کی فریب خوردگی پر محمول کر کے ان کی اصلاح کی طرف قدم اُٹھاتا ہوں۔ اور جب میری پیار و محبت اور اخلاقی طاقتوں کے قابلِ قدر مساعی پر بھی غیر معقولیت بلکہ مخربِ دین و دنیا عقائد پر ضد اور اصرار کیا جاتا ہے اور اصلاح طلبی اور حق شناسی سے کلی گریز ہوتا ہے تو میرا قلم حقائق رقم بھی سیفِ اسلامی کے جوہر دکھلانے کو خم ٹھوک کر تیار ہو جاتا ہے۔

چونکہ فاضل جج صاحب نے غالباً نابالغ بچیوں اور مسمی امام دین اور اُن کی نئی بیوی رشیدہ بی بی پر نظرِ عنایت کے جذبہ سے پہلے یعنی گوجرانوالہ کی عدالت کے فیصلے کی تنسیخ کا مصمم تہیہ کر لیا تھا۔" اور جج صاحب اُس فیصلہ کا ماخذ صرف اس حدیث ہی کو سمجھتے تھے جو آپ نے خود نقل فرمائی ہے۔

جج صاحب نے حدیث شریف پر تنقید کیوں کی؟

آپ اپنے فیصلے میں لکھتے ہیں کہ نابالغوں سے متعلق سارا اسلامی قانون جس کو اس فیصلہ کی ابتدا میں نقل کیا جا چکا ہے **ایک مشتبہ سی حدیث** پر مبنی ہے۔

Marfat.com

جس کی احمدؒ و ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے۔ پھر آپ نے پوری روایت نقل فرمائی ہے۔ میں آپ کو اس کے چند جملے نمونہ کے لئے لکھتا ہوں۔ وَ اَرَادَ اَنْ یَّنْزِعَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ بِہٖ مَا لَمْ تَنْکِحِیْ ۔ یعنی بچے کی ماں نے کہا کہ میرا (طلاق دینے والا شوہر) چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو اس کا باپ ہونے کی وجہ سے مجھ سے جدا کرے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تک تو نکاحِ ثانی نہ کر لے اس وقت تک بچہ تیرے پاس ہی رہے گا۔

پھر آپ نے فیصلہ میں اس کے بعد لکھا کہ ہمیں اُن حالات کا علم نہیں جن کے تحت رسول اللہؐ نے اُس عورت سے فرمایا کہ وُہ اپنے بچے کو عقدِ ثانی تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے۔ لیکن اس حدیث کی رو سے ماں اپنے بچے کی ولایت کا حق زائل کر دیتی ہے۔ اگر وہ نابالغ کے کسی رشتہ دار محرم یا نامحرم سے نکاحِ ثانی کرے۔ اس (حدیث) سے تو عقد بیوگان کے حق کے ماننے میں ایسی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے جو قرآن کریم اور دوسری حدیثوں کے خلاف ہے۔ یہ اُن کی بات تھی۔

جج صاحب کا اصلی مقصد یہ ہے کہ اگر بیوگان کے دوسرا نکاح کرنے کی بنا پر اُن کی اولاد چھینی جانے لگے تو پھر وہ بیچاری بچوں کی جدائی کے خوف سے عقدِ ثانی نہیں کریں گی۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ ۔ یعنی بیوہ عورتوں کا نکاح کر دیا کرو۔ اور اس کی تائید میں چند احادیث شریف بھی ہیں۔

جج صاحب کی توجیہ درست تھی

یعنی اس مذکورہ حدیث کے ماننے سے قرآن کریم اور متعدد حدیثوں کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اُن کی نیت اور خیال کی پاکدامنی پر کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے مجھ سے بھی دورانِ گفتگو میں فرمایا تھا کہ یہ حدیث تو ابوداؤدؒ اور مسند احمد کی ہے۔ مگر جن حدیثوں نے ماں سے بچوں کو جدا کرنے کی ممانعت کی ہے وہ بخاریؒ، مسلمؒ میں بھی ہیں۔ اور انھوں نے کہا کہ میں مُنکرِ حدیث نہیں ہوں۔ بلکہ میں نے صحیح مسند

حدیثوں کے مطابق ہی فیصلہ کیا ہے۔

اب میرا موقف

ہے۔ خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدِرَ۔ یعنی اچھی بات کو لے لو اور بُری کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ جج صاحب کی یہ نیکی کہ انھوں نے اپنے فیصلہ کا ماخذ یعنی اصل حدیث شریف کو قرار دیا ہے۔ چونکہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ارشادِ گرامی ہے۔ حدیث کے معنی خود جج صاحب نے بھی اسی فیصلۂ طویلہ میں یہی کئے ہیں کہ صحیح معنوں میں حدیث قول ہے۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسی حالت میں اور پھر غالباً ہر عنوان کے تحت اُن سے صحیح عقیدے کی ترجمانی بھی ہوئی ہے۔ اس لئے اُن کی وہ باتیں جن کا یا تو اُن کو پورا علم نہیں (چونکہ وہ فنِ تفسیر اور حدیث ، فقہ اور اُن کے اصول کی تعلیم کسی دینی ادارے میں صاحبِ فن سے حاصل نہیں کر سکے) پیشۂ وکالت یا جج کے لئے کام میں آنے والے مسائل سے آگاہی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ یا پھر تقاضائے وقت کی مطابقت کا جذبہ یا اپنے منصب کی توثیق کا خیال تھا۔ بقول شخصے چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ زمانہ با تو نہ سازد تو بہ زمانہ بسا زد بھی انسانوں کے مقولے ہیں اگرچہ مسلمانِ کامل کی یہ حیثیت ہونی چاہیئے کہ جس کو علامہ اقبال رح نے یوں بیان فرمایا ہے۔ ؎ زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بہ باز

یعنی اگر زمانہ تیرے موافق نہ ہو تو زمانہ سے لڑ۔ چشم بد دور اس مقولہ پر اکثر و بیشتر علمائے کرام اور لیڈرانِ عظام خوب عمل کرتے ہیں۔

فنِ تنقید و تبصرہ

اچھے ہیں اگر ان کا اظہار اثباتِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے ہو۔ اپنی قابلیت جتانے یا شہرت اور دوسروں پر تفوق کے لئے ہو تو اچھا نہیں۔ کیونکہ میں نے بہت سے ناقدین کو

Marfat.com

دیکھا ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کا احساس تک کھو بیٹھے تھے۔ ہر جگہ اور ہر آن ان کو دوسروں کی عیب جوئی کی طرف دھیان تھا۔ اگرچہ یہ عیوب علم و ہنر کی کسرِ شان کا باعث ضرور تھے۔ اور مقبولیتِ عام کے لئے ان عیوب سے پاک ہونا ہی مفید تھا۔ لیکن وہ بھی کیا نیکی جو کرنے والے کی ذات میں بدیوں کو پیدا کرتی رہے۔

مثال کے طور پر حضرت مولانا حسرت موہانی اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین [illegible] عطا فرمائے۔ دین و قوم کے بڑے ہمدرد تھے۔ تمام عمر آزادی کی جدوجہد [illegible] ان کو شعر و شاعری میں بڑی مہارت تھی۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھوں نے نکاتِ سخن کتاب بھی لکھی تھی۔ جو مدتوں ادیب فاضل اور ادیب عالم وغیرہ کے نصاب میں رہی۔ اس کتاب میں تمام شاعروں کے کلام محاوروں و حرکات و سکنات پر تنقیدات اور شعروں میں عیوب بیان کئے ہیں۔

میں جب کئی سال یہ کتاب پڑھا چکا تو مجھے پرانی کتابوں کی دوکان میں دیوانِ حسرت نظر پڑا۔ میں نے اس خیال سے خرید لیا کہ یہ کلام عیوب سے بالکل پاک و صاف ہوگا۔ پہلا صفحہ جو کھولا تو وہی عیوب تھے جو دوسروں کے کلام میں دکھائے تھے۔ اتفاقاً انہی دنوں میں مولانا صاحب دہلی تشریف لائے۔ راستہ میں میری ملاقات ہوگئی تو میں نے کہا مولانا چھپے رستم ہیں۔ تو کہنے لگے وہ کس طرح۔ میں نے کہا جو عیوب آپ نے دوسروں کے کلام میں ظاہر کئے ہیں اپنے دیوان میں چھپا دئے۔ تو کہا کہ آپ پر بھی ظاہر ہوگئے تو پھر میں نے کس طرح چھپائے۔ میں نے کہا کہ آپ نے اپنے عیب والے شعروں کی [illegible] بہت کم دی ہیں۔ حالانکہ تمام ابوابِ عیوب کی زینت آپ کا دیوان ہی ہوسکتا تھا۔ تو مسکرا کر کہا مولانا یہ زندگی کے مشغلے ہیں۔

اسی طرح بابائے اُردو بڑے نقاد تھے۔ مگر اُن کی تحریرات [illegible] ہیں جن کو دوسروں میں نمایاں کرنا اُن کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ میں اسی لئے اپنے [illegible] احتساب زیادہ کرتا ہوں اور دوسروں کے عیوب سے بے خبر رہنے کی غرض سے میں انڈین علماء کی اُردو کی کتابیں بھی نہیں پڑھتا ہوں۔ عربی فارسی میں پڑھنے کی عادت بھی ہے [illegible]

Marfat.com

مواد زیادہ ہوتا ہے۔ نوک جھوک بھی چلتی رہتی ہے۔ مجھے مناظرہ اور کسی خلافِ اسلام اور مخالفِ اسلاف عقیدہ کی تردید اور بیخکنی کا ہمیشہ شوق رہا ہے۔ لیکن کسی کی تردید کے لئے دوسروں کی کتابوں سے مواد لینے کو طبیعت گوارہ نہیں کرتی۔ بلکہ ہر اعتراض کا جواب بفضلہ تعالیٰ دماغ خود بخود تیار کر لیتا ہے۔ لیکن میں تردید بھی ایسے ہی حضرات کی کرتا ہوں جن کو قرآنِ کریم، حدیث شریف اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دلی عناد اور دشمنی ہوتی ہے۔ یا اپنے مفاد ذاتی کے لئے دوسرے بدیتوں کی تائید کی جدوجہد کرتے ہیں۔ یعنی ملحدین اور منکرین حدیث جو خدائے تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا بھی دریدہ دہنی سے انکار کرتے اور قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ و رسول صلعم آیا ہے اس سے مراد مرکزِ ملت لیتے ہیں۔ اور مرکزِ ملت یہ لوگ قرآن و حدیث کے منکرین اور لینن کی تعلیم پھیلانے والوں کو سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کے بدترین دشمن ہیں اور پھر تعجب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے لباس میں ہیں اُن کی تردید اور بیخکنی کو میں اسلام کی صحیح بلکہ بہترین خدمت اور حکومتِ پاکستان کے کامل ترین استحکام کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اُن کی تردید میں خدا کے فضل سے میں نے صرف قرآنِ کریم سے دو کتابیں لکھی ہیں۔ نمبر ۱:۔ الحدیث کاشف القرآن۔ نمبر ۲:۔ قرآنی تفسیرات بجواب پرویزی خرافات۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کے پڑھنے کے بعد دل میں ذرہ بھر ایمان رکھنے والا بھی تحریفِ قرآن یعنی انکارِ حدیث کے گناہ کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں کتابیں چھپ چکی ہیں۔ اور ان کی افادیت پر بڑے بڑے جیّد اور معتبر علمائے کرام کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ اب میرا روئے سخن فاضل جج صاحب کی طرف ہے۔

جنابِ عالی! چونکہ آپ نے دورانِ گفتگو میں چند بار فرمایا تھا کہ میری حیثیت ایک طالب علم کی سی ہے۔ اور میں کسی دینی یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ بھی نہیں ہوں۔ لہٰذا میں بھی ناصحانہ۔ اور ہمدردانہ طریقہ پر آپ کی معلومات اور توسیع نظر کے لئے چند ایسے نکات بیان کرتا ہوں جن سے آپ کی قانونی بصیرت میں ایک جدید فون اور

Marfat.com

لطیف انداز نظر کا ملکہ پیدا ہو جائے اور دوسرے منصفوں اور ججوں کو فائدہ بخشتے رہیں۔ **نکتۂ اوّل**:۔ آپ نے قانونِ ولایت دفعہ ۱۷ کے ماخذ کی تلاش کیوں فرمائی جبکہ آپ کا فرضِ منصبی دفعۂ مذکور پر عمل کرنا ہے۔ **نکتۂ ثانی**:۔ آپ نے اس دفعہ کا ماخذ اُس حدیث کو کس طرح سمجھ لیا جس میں ایک طلاق دینے والے شخص کا اپنی مطلقہ بیوی سے بچے کی طلب کی درخواست کرتا ہے۔ اور حضور اکرمؐ کا مطلقہ عورت کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ جب تک تم نکاح نہ کرو بچہ تمہاری تحویل یا حضانت میں رہے گا۔ اور آپ نے یہ بھی سمجھ لیا بلکہ یقین کر لیا۔ کہ نابالغ بچے ماں ہی سے زیادہ اُنس رکھتے ہیں اور ماں کی مامتا والی آغوش بچے کو اُس کے باپ سے بھی زیادہ آرام دہ اور پسند ہوتی ہے۔ لیکن آپ نے خود میرے ظاہر کرنے پر اس کا بھی اقرار کیا کہ سوتیلے باپ اور سوتیلی مائیں اکثر و بیشتر آرام سے نہیں رکھتے۔ اور اُس حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ جب نکاح کر لو اور تمہارا دوسرا شوہر تمہارے ساتھ تمہارے بچے کو تمہارے حسب دلخواہ نہ رکھے یا پسند نہ کرے تو تم کو اجازت ہے کہ بچے کی بھلائی کے لئے بچے کو اُس کے باپ کے سپرد کر دینا۔ اس صورت میں ماں باپ اور بچے تینوں کی بھلائی ہے۔ تو اس پر اعتراض کرنا بچے کے مفاد کو نظر انداز کرنا اور ماں باپ کی دلی خواہش بچے کی راحت رسائی کی ہوتی ہے۔ اس کی بھی آپ نے پروا نہیں کی اور حدیث کی تردید کر دی۔ اور اس میں سقم پیدا کرنے کی جدوجہد کی۔ حالانکہ آپ اس دفعہ ۱۷ کا ماخذ بھی اسی حدیث مذکور کو مانتے ہیں۔ تو گویا آپ نے اس دفعہ کی توہین کی جو حکومت کا قانون ہونے کی حیثیت سے واجب الاحترام ہے۔ **نکتۂ رابع**۔ دفعہ ۱۷ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ ان نابالغوں کیلئے ہے جن کے ولی مقرر نہیں ہیں۔ یعنی ماں باپ نہیں۔ یا باپ نے دوسری بیوی کر لی ہے جو اس کی اولاد کو ساتھ رکھنا نہیں چاہتی۔ یا ماں نے کسی آدمی سے نکاح کر لیا۔ مگر وہ بیوی کی اولاد کو پسند نہیں کرتا۔ تو ایسی صورت میں نابالغ بچوں کو ان کی تحویل اور زیر پرورش رکھا جائے۔ اور حدیث مذکورہ میں جس کو آپ نے لمبے چوڑے بیان میں ہدف ملامت بنایا ہے۔ اس میں اس بچہ کا ذکر ہے جس کے ماں باپ دونوں موجود تھے۔

Marfat.com

اور پھر آپ نے دوسری حدیثوں سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کو اللہ تعالیٰ کے مقرر فرمودہ ماں باپ ولیوں ہیں سے اختیار پسند دید یا اور منتخب کرنے کا مجاز بھی کر دیا۔ اگر ماں کو پسند کرے تو وہ ولی اور باپ کو پسند کرے تو وہ بھی ولی ہے۔ اب حکومت کے مجسٹریٹوں اور ججوں کو کسی قسم کا اختیار تقرر ولی کے متعلق باقی نہیں رہتا۔ اور اگر بالفرض محال بقول آپ کے یہ مان بھی لیا جائے کہ جبتک ماں نکاح نہ کرے ولی ہے۔ اور جب نکاح کرلے تو باپ ولی ہے۔ تب بھی ولیوں کا تقرر ہوگیا۔ پھر کسی ایسے شخص کو جو مجسٹریٹ یا جج کہلاتا ہے تقرر ولی کا کیا حق اور ضرورت رہی۔ اور یہ دفعہ ۷ وضع کی گئی ہے۔ ان نابالغوں کے ولی کے تقرر کے لئے جن کا ولی پہلے سے مقرر نہ ہو۔

اب ذرا آپ خود فیصلہ کیجئے کہ آپ اس حدیث کو اس دفعہ ۷ کا مآخذ سمجھنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں؟ یہ دراصل قیاس مع الفارق ہے اور فاضل جج کے شایانِ شان بھی نہیں ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھانمتی نے کنبہ جوڑا، جیسی کہاوت کا مصداق بن جائے۔

فاضل جج نے حدیثوں اور اسلامی فتاوٰں کے قانون ہونیکی خود شہادت دی ہے

جو فیصلہ اس مقدمہ کا آپ نے فرمایا اُس کا قانون اور مآخذ بھی حدیثوں ہی کو مانا ہے۔ جیسا کہ ہم آگے مع حدیثوں کے فیصلہ کی پوری تفصیل کی نقل میں ثابت کریں گے پہلے ہم برطانیہ کی حکومت اور موجودہ حکومت کے نابالغ بچوں کے متعلق فتاوٰں کو واجب التعمیل قانون بھی جج صاحب ہی کے الفاظ سے ثابت کرتے ہیں۔ آپ بڑے دعوے سے فرماتے ہیں۔ کہ تمام کتب فقہ میں جن میں سے بعض بہت مشہور و ممتاز ترین مقننوں وکیلوں اور ججوں کی تصنیف کردہ ہیں۔ اور جن کا میرے دل میں بہت احترام ہے۔ چند قواعد مرتب کئے گئے ہیں جن کے تابع ایک عرصہ دراز سے ہندوستان

Marfat.com

اور پاکستان کے نابالغ مسلمانوں کی ذات اور جائیداد سے متعلق امور کا فیصلہ کیا جا رہا ہے۔ اور ایک واقعہ ہے کہ ہندوستان کی تمام عدالتوں نے بشمول پریوی کونسل غیر منقسمہ ہندوستان میں برطانوی تسلط کے آغاز سے لے کر اب تک ان قواعد کی نہایت شدت کے ساتھ پابندی کی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ برطانیہ کے ہندوستان کو فتح کرنے سے پہلے بھی قضاۃ (مجسٹریٹ اور جج لوگ) اور مفتیین ان ہی قواعد پر عمل کرتے رہے ہوں۔ اور بعد میں یہ بھی (عمل کرنے کا) سلسلہ اس لئے قائم رہ گیا ہو کہ مسلمان مفتیین نہیں چاہتے تھے کہ برطانوی یا دوسرے غیر مسلم اصحاب (لوگ) قرآن کریم کی تعبیر کریں (یعنی جدید مطلب اور معنی نکالیں) اور اپنے مفید مطلب قانون مرتب کرنے (بنانے) لگ جائیں۔

چنانچہ فتاوی عالمگیری کو جو تمام مسائل فقہی میں اتنی اہمیت حاصل ہو گئی ہے یہ حقیقت (کہ مسلمان علماء قانون بنانے والے جید علماء اور ماہرین شریعت اور تمام مسلمان کہلانے والے حضرات اسلامی اور شرعی قانون میں کسی غیر مسلم ادارے ذہن کی مداخلت گوارہ نہیں کر سکتے تھے) اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ یہ جناب جج صاحب آپ کی تحریر اور عقیدہ کی ترجمانی ہے۔

فاضل جج اور منکرین قرآن و حدیث و فقہ کی بغاوت اور قانون سے سرتابی

آپ گفتگو کے وقت بھی فرما چکے ہیں کہ گورنمنٹ اور حکومت کے قانون کی خلاف ورزی یا تحقیر بغاوت، حکومت سے سرتابی اور قانون شکنی ہے تو پھر آپ خود ایسے قانون اور اس کی مقررہ دفعات سے روگردانی کی جسارت کس طرح کرتے ہیں۔ جو برطانیہ کے زمانہ بلکہ اس کے پہلے بھی تمام مسلم حکومتوں میں مانا گیا ہے۔ اور ہماری موجودہ حکومت میں بھی مانا جاتا ہے۔ اور آپ ہیں اور آپ کے ہم خیال یا آپ جیسے

Marfat.com

مفکرین میں کونسا سرخاب کا پر لگا ہے۔ کہ تمام مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں بلکہ خود برطانیہ کی حکومت کے زمانے کے مسلم اور تابع قانون غیر مسلم ججوں کے خلاف قانونِ شریعت میں دخل اندازی کے مجاز بنتے ہیں۔ اور وہ قانون جس کو حکومت برطانیہ بھی قانون شریعت سمجھ کر عمل کرتی رہی اور جو آپ کے تو ویک بھی بڑے مقننین اور ایسے ماہرین فقہا کا مرتب فرمودہ ہے جن کا احترام آپ بھی کرتے ہیں۔ اس کے خلاف کس طرح لب کشائی کرتے ہیں۔ کیا آپ یا اور آپ کے مکتبۂ فکر و نظر کے لوگوں کے پاس ان اسلاف سے بڑی اور نہ یادہ قابلِ اعتماد سند ہے؟ کیا جمہورِ اسلام علماء اور مقننین اور حکومتوں کی مخالفت آپ کو دنیا کے قابلِ قدر جمہوری معاشرے کی تخریب اور چودہ سو سالہ مفید ترین ضابطۂ حیات کی تحریف و تردید کو دائرہ علم و عقل اور دینِ اسلام سے وابستہ رہنے دے گی؟ آخر آپ جیسے پڑھے لکھے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور عقلِ کل ضابطۂ مطلق رہبرِ کامل ؐ کی صراطِ مستقیم سے دور کرنے پر کون سی فرعونیت مجبور کر رہی ہے۔ اور وہ کون سی قوت ہے جس کے بل بوتے پر تمام حکومتوں اور حکومتوں کے بنانے والوں کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں۔ ہم تو معمولی آدمی ہیں بھی یہ ناپاک جذبہ بلکہ خیال بھی نہیں پاتے کہ دنیا کے تمام ھادیوں، داناؤں اور قانون بنانے والوں کی راہ سے دور ہو کر ڈیڑھ اینٹ کی عمارت بنا کر سب کے نزدیک ہدفِ ملامت بنے!!

حدیث، تفسیر اور فقہ اسلامی کا مرتبہ جج صاحب کے نزدیک

جناب جج صاحب! آپ نے غالباً سوچ سمجھ کر اور پورے یقین سے یہ سطر لکھی ہوگی کہ مسلمان مقننین نہیں چاہتے تھے کہ برطانوی یا دوسرے غیر مسلم اصحاب قرآنِ کریم کی تعبیر کریں اور اپنے مفیدِ مطالب قانون مرتب کرنے لگ جائیں۔ مگر مجھ کو آپ جیسے تجربہ کار ذی علم اور قانون داں پر افسوس ہے کہ آپ نے تمام چودہ سو سالہ مسلمانوں اور مسلمانوں کی قابلِ قدر قانون ساز جماعتوں کے اس نظریۂ ایمانی سے گریز فرمایا۔ اور ہر انسان کو تعبیر و تفسیر کا حق دے دیا۔ آخر یہ تمام مسلمانوں کے خلاف روش کیوں اختیار کی کہ آپ قرآن کریم

Marfat.com

کے ٹھیکیدار بن کر کافر خیال لوگوں کو بھی قرآن کی تعبیر کا اختیار دینے لگے۔

ذرا دیکھئے آپ کا یہ جملہ کیسا ہے کہ تمام لوگوں کو (خواہ کافر ہوں) قرآن شریف کی مقررہ کی ہوئی حدود کے اندر فکر و عمل کی پوری آزادی حاصل ہے۔ ایک جگہ آپ یوں فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ وہ ایک نہایت سادہ زبان میں نازل کیا گیا ہے تاکہ ہر کوئی اسے بہ سہولت سمجھ سکے۔ جناب جج صاحب کیا آپ قرآن کریم خود بخود بغیر ترجمہ کے بہ سہولت سمجھنے پر قادر ہیں؟ اور کیا آپ سے جن آیات کا ترجمہ دریافت کیا جائے آپ بہ آسانی بیان کر سکیں گے؟ چونکہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں کسی دینی دارالعلوم میں نہیں پڑھا ہوں۔ تو یقیناً آپ ہر آیت کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ پھر فیصلہ فرمائیے کہ آپ معمر جج ہو کر بھی بہ آسانی قرآن سمجھ نہیں سکتے (بلکہ غالباً صحیح پڑھ بھی نہیں سکتے) تو دوسروں کو بہ آسانی سمجھنے کی سند کس طرح دے رہے ہیں۔

مکرمی جج صاحب!

معمولی سکولوں اور کالجوں کی کتابوں کی سمجھ

جنابِ عالی آپ نے تو ماشاءاللہ الف۔ بے۔ ایلفے بیٹ سے لے کر میٹرک۔ ایف اے۔ بی۔ اے اور شاید ایم اے بھی کیا ہوگا اور پھر ایل ایل بی یعنی قانونی کورس بھی پڑھا ہوگا۔ کیا ان تمام درجوں کی کتابیں جناب نے اپنے مکان پر اسٹڈی کر کے پڑھی تھیں؟ یا ان کے سمجھنے اور پڑھنے کے لئے سیکڑوں۔ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے سکولوں، کالجوں میں استادوں کی نرمی سختی اور ہر قسم کی سرزنش برداشت کر کے سمجھی تھیں۔ اگر آپ کا دماغ اور عقل سمجھ اور ادراک اپنے جیسے معمولی انسانوں کی لکھی اور بنائی ہوئی کتابوں کے سمجھنے سے بھی قاصر رہا ہے اور کالجوں کے اخراجات اور استادوں کی سختیاں سہے بغیر نہیں سمجھ سکے تو اللہ تعالیٰ کے کلامِ بلاغت نظام کو آپ کا دماغ اور عقل کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اور آپ کا حافظہ کورس میں بار بار پڑھی ہوئی کتابوں کو استادوں کے سمجھانے کے باوجود یاد نہیں رکھ سکا۔ یعنی اپنے کورس کی سب پڑھی ہوئی کتاب آپ کو پوری

Marfat.com

آپ کسی عالم کتاب کے سامنے صحیح مفہوم بیان کرسکیں اور آپ قرآنِ کریم کی اصلی معانی اور مطالب کے سمجھنے کا دعویٰ کس بوتے پر کرتے ہیں۔ اور یہاں تک اعلان کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں کہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ کیا یہ باتیں آپ نے اُن سپے دینوں کے خوش کرنے کو نہیں لکھی ہیں جو اشتراکیت اور روسی نظام کو قائم کرکے ہماری پیاری حکومتِ اسلامی کو برباد اور تمام شریف اور موروثی زمینداروں اور سرمایہ داروں کے روپے پیسے، مال دولت پر اپنا ظالمانہ اور غاصبانہ تصرف چاہتے ہیں اور جن کے نزدیک اس ناپاک مشن کو مسلمانوں اور ہماری پیاری خداداد حکومت میں فروغ دینے کا صرف ایک ہی ذریعہ نظر آیا ہے کہ قرآن کریم کو بے معنی ثابت کرکے اپنے ناپاک نجس معنی کے چیتھڑوں کے ذریعہ اس کو گھنونہ بنا دیں۔ لیکن وہ ایسا کر نہیں سکیں گے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے الفاظ اور معنی کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

جج صاحب ماشاءاللہ آپ مسلمان ہیں اور بقول اپنے کہ میں منکرِ حدیث نہیں ہوں۔ اشتراکی لینن کے مقلد اور قرآنِ کریم کے حقیقی دشمن اور ملک اور قوم کی تباہی کو دین و ایمان سمجھنے والے منکرینِ قرآن و حدیث کے ایجنٹ بھی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو بے دین ڈاکوؤں کی دستبرد سے بچائے۔ آمین۔

منکرینِ حدیث یعنی موجودہ منکرینِ قرآن لوگ

بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے دشمن مادہ پرست چاہتے ہیں کہ دُنیا میں کوئی آدمی بھی احکامِ خداوندی پر چل کر دنیا سے ہماری نفسیاتی خواہشات اور حیوانی جذبات کی ترقی میں حائل نہ ہو۔ عیسائی اور نصاریٰ۔ یہودی وغیرہ اقوام تو ان کے مادی آلات و اسباب کے حامی بلکہ دین اور شریعت کی مخالفت میں عملاً ان کے شاگرد بن گئے۔ اور انہوں نے دین و مذہب سے ایسی آزادی ظاہر کی ہے۔ جس کو حقیقت میں مذہب سے تنفر کہا جا سکتا ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ کی آخری کتاب قرآنِ کریم کے احکام پر عمل کرنے کا مبارک سلسلہ ایسا ہے۔ جو قرآن کریم کے تمام احکام اور نظریات کی حفاظت

Marfat.com

کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبیؐ کو قرآن کریم کا مفسر اور معلّم خاص بنا کر بھیجا اور آپؐ نے اس کے تمام احکام پر اللہ تعالیٰ کی عین منشا کے مطابق عمل کر کے صرف دکھا ہی نہیں دیا بلکہ اپنے شاگردوں، صحابہ کبارؓ اور گھر والوں، اہل بیت عظام کو بھی کامل طور سے اس کا عامل بنا دیا۔ اور خدائے تعالیٰ نے اُن تمام عاملانِ قرآن کریم کی پیروی کو اپنی رضامندی اور صراطِ مستقیم قرار دے کر قیامت تک آنے والوں پر اس کی پیروی اور طلب فرضِ عین قرار دے دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ پ۱۱ رکوع ۲ - سورۂ توبہ۔

ترجمہ:- یعنی وہ پہلے ایمان لانے والے (بزرگانِ دین) مہاجرین اور انصار۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اُن کی پیروی کی (یا قیامت تک کریں گے) اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوگیا۔ (ان کے تمام اعمال طور طریقے طرزِ تمدن۔ معاشرت اور سیاست۔ حکومت سب اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے تھے۔ اور ہیں اور رہیں گے) اور وہ اللہ تعالیٰ سے پورے طور پر راضی ہوں گے۔ (کہ اُن کو قرآنی نظریات اور اس کے عین مطابق اعمال میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے بتائے سکھائے یعنی ان کے اسوۂ حسنہ کے متعلق شکوک وشبہات باقی نہیں رہے۔ اور ان کی پیروی کو کامل طور سے پورے یقین کے ساتھ اپنی دنیا کی دولت اور ہر قسم کی ترقی۔ اور آخرت کی نجات کا ذریعہ جان لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی جنتیں مقرر فرمائی ہیں جن میں بہت سی نہریں جاری ہیں۔ اور وہ مذکورہ لوگ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ اُن کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

قرآن پاک کی حفاظت

کی صورت بھی عقلاً یہی ہو سکتی تھی۔ کہ اس کے تمام احکام اس طرح عمل میں لائے جا کر اس کے حقیقی معنی اور مطالب قیامت تک آنے والوں کے لئے بھی محفوظ ہو جائیں۔ چونکہ

Marfat.com

کسی کتاب یا تعلیم اور مشن کی حفاظت کے معنی یہی ہیں کہ اُس کتاب کا ایسا مطلب بیان کیا جائے کہ اس کتاب کے مُعلّم کے کردار اور عمل سے اس طرح ثابت ہو کہ کسی ماننے والے کو بھی پھر کسی سے اُس کتاب کی تفسیر اور معنی دریافت کرنے کی حاجت نہ رہے۔ اور کسی مشن اور سکیم کی حیات اور قائم رہنے کی صرف یہی صورت ہے کہ مشن اور سکیم کا قائد اور رہنما ہر کام اور عمل اس کے عین مطابق کرے۔ اور اپنے مشن میں داخل ہونے والوں کے لئے اسی عمل کو اس مشن کی ممبری یا رکنیت کی شرط قرار دیدے۔

اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُس کے آخری رسول صلعم صاحبِ قرآنِ کریم نے تمام آیاتِ قرآنی کے معنی اور مطالب اپنے عمل سے ظاہر فرما دئے۔ یعنی اُن پر عمل کر کے دکھایا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اعمالِ مبارک یعنی طریق کار کو قرآن کا صحیح مفہوم اور مطلب ہونے کی سند بھی عطا فرمادی کہ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ یعنی اے نبی آپؐ ہی اپنے عمل بالقرآن سے صراطِ مستقیم کی طرف لا رہے ہیں۔ اور صرف اسی ایک سند پر بس نہیں کی بلکہ اس سے زیادہ کامل اور اکمل اپنے نائب ہونے کی ڈگری بھی دے کر قیامت تک آپؐ کی پیروی کرنے والوں کو مطمئن کر دیا کہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ یعنی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کی یا کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا کامل فرمانبردار بندہ ہے۔ کہ اُس نے قرآن کے صحیح معانی اور مطالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر لیا۔ اور پھر ہر مسلمان کو ہدایت بھی فرمادی کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ یعنی اے ایمان کی نعمت سے سرفراز ہونے والو! تمھارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک زندگی میں قرآنِ کریم کے پورے تفسیری اعمال کے مبارک نمونے موجود ہیں تاکہ کوئی شخص کسی زمانے میں بھی اِن مبارک نمونوں کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائے۔

حدیث شریف

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہی تو قرآنِ کریم کے ہم تک

Marfat.com

آنے کا ذریعہ ہے۔ بلکہ پہلی وہ حدیث ہے جس نے قرآن کا پتہ دیا۔ کیونکہ غارِ حرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے تھے۔ اُن کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے قرآن کریم کی پہلی آیتیں سنائی، سکھائیں۔ اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ آپؐ پر نازل ہوا ہے تاکہ آپ دنیا میں اس کے مطابق احکام نافذ کریں۔ اور آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والوں پر نبی بنایا ہے۔

آپؐ نے اپنے گھر والوں اور دوست احباب سے اس کا ذکر کیا۔ جن حضرات نے آپؐ کے ارشادِ گرامی پر یقین کیا انھوں نے اُن آیتوں اور ان کے بعد والی آیتوں، سورتوں کو خدائے تعالیٰ کا کلام قرآن کریم مان لیا اور جن لوگوں نے آپ کی حدیث، ارشاد کو نہیں مانا انھوں نے قرآنِ کریم کو خدا کا کلام بھی نہیں مانا اور وہ کافر اور گمراہ ہی رہے۔ جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہما۔

قرآن کریم خود حدیث ہے

جج صاحب نے اپنے فیصلے میں خود حدیث شریف کی تعریف کی کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی ہو وہ **حدیث** ہے۔ تو قرآنِ کریم بھی تو حضورِ اقدس صلعم کے ذہنِ اطہر اور زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی باتیں ہیں۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے کلام کے وحی ہونے کی سند عطا فرما دی کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى پ ۲۷ رکوع ۵ سورۂ نجم۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ صرف وحی ہوتی ہے اور اس حدیث کے منکرین کے لئے فرمایا:۔ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ط وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا پ ۵ ۔ سورۂ النساء۔

یعنی قیامت کے دن کافر اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں حدیثوں پر عمل نہ کرکے رسولؐ کی نافرمانی کرنے والے لوگ اس آرزو اور حسرت سے افسوس کریں گے کہ ہم زمین کے پیوند ہو جاتے اور حدیث سے اپنی نگاہوں اور

Marfat.com

دماغوں کو محروم نہ رکھتے۔ اور اس کو چھپانے کی کوشش نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ ناظرین اس آیت میں رسول کے نافرمانوں کو کافر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافرمان بتایا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن کی نافرمانی حقیقت میں رسول کی نافرمانی ہے۔ کہ قرآن کریم انہیں کی زبانِ مبارک سے نکلا اور دنیا کے کانوں تک پہنچا ہے۔

پھر فرمایا کہ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا پ ۵ سورہ نساء
یعنی ان کافروں کو کیا ہو گیا کہ وہ حدیث کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہاں پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مراد ہے جس میں قرآن کریم اور دوسری حدیثیں شامل ہیں لیکن اگر منکرین حدیث یہاں حدیث کے معنی صرف قرآن ہی کریں تب بھی ہمارا مطلب ظاہر ہے۔ کہ قرآن کو حدیث کہا گیا ہے۔ اور جو لوگ حدیث شریف کے بغیر قرآن کے معنی اور مطلب کرتے ہیں ان کو قرآن کریم کے ساتھ استہزا، مزاق کرنے والے کافر سمجھو۔ ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے سے بھی روکا گیا ہے۔ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ پ ۵، ۱۷ سورہ نساء

یعنی اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس قرآن کریم کے ذریعے یہ حکم بھیجا ہے کہ جب تم سنو کہ قرآن کریم کی آیتوں سے (ان کے معنی غلط سلط بیان کر کے ان کا مذاق بنایا جاتا ہے) تو تم ان لوگوں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو جب تک کہ وہ لوگ حدیث شریف کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور اس کے ذریعہ قرآن کریم کا مفہوم تلاش نہ کرنے لگیں۔

نکتہ۔ غیرِہٖ میں جو ضمیر واحد غائب ہے وہ کتاب۔ قرآن کریم کی طرف راجع ہے استہزا کی طرف۔ دونوں صورتوں میں حدیث سے حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادِ گرامی مراد ہے۔ جو تدوین یا تلفظ و تلاوت کے اعتبار سے جدا ہے۔ مگر قرآن کا اصلی مفہوم ہے۔ ورنہ قرآنِ کریم کا مذاق اڑانے والوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ماننی پڑے گی۔ جو صریحاً قرآن کریم کی دوسری آیتوں کے خلاف ہے

Marfat.com

قرآن کریم میں اُن کے پاس بیٹھنے کی ممانعت جو اپنی عقل سے قرآن سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں

فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ پ رکوع ۱۴ سورۃ انعام یعنی اے نبی کریم جب آپ اُن لوگوں کو دیکھیں جو قرآن کریم کے معنی اور مطلب میں اپنی عقلوں سے غور دخوض کر رہے ہیں۔ تو اُن سے علیحدہ ہو جائیے یہاں تک کہ وہ قرآنِ کریم کے صحیح مطالب جاننے کے لئے حدیث شریف کے سمجھنے کی طرف راغب ہو جائیں۔ کیونکہ قرآن کے مُعلّم تو آپ ہیں۔ آپ کے ارشادات حدیثوں یعنی تفسیر قرآن کے بغیر معنی سمجھنے کی کوشش کرنا گمراہی کی طرف جانا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی اصلی غرض اور قرآن کے معنی بیان کرنا تو صرف آپ ہی کا منصب ہے۔

اس صورت میں غلط معنوں کی طرف جاکر قرآن کریم کے اصلی مقصد سے دُور ہونیکا پہلو ظاہر ہے۔ اگر عقل کے بل بُوتے پر قرآن کریم کا سمجھنا ممکن ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مُعلّم قرآن بنا کر کیوں بھیجتا۔ ان ظالموں کے پاس بیٹھنے کی ممانعت۔ فرمایا فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ پ رکوع کر یعنی اے نبی یاد دھانی کے اور ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھئے۔ ناظرینِ کرام اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو قرآن کریم کے الفاظ اور آیات کو اپنی خواہشوں کے تابع کرنا چاہتا ہے۔ یعنی من مانے معنی کرتا ہے اور جن معنوں کو مُعلّمِ قرآن نے اپنے عمل سے ذہن نشین فرمایا اُن سے بھاگتا ہے۔ یعنی مُنکرِ حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فیصلہ فرما دیا:۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ پ ۹ رکوع ۱۳ سورۂ اعراف۔ یعنی اُس کے بعد کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ سب سے پہلی اور بڑی حدیث تو قرآنِ پاک ہی ہے۔ حضورِ اکرمؐ کی دوسری حدیثیں تو اسی کی تفسیر ہیں۔ یہاں قرآن کریم کو حدیث کہا گیا ہے۔

Marfat.com

حدیث کی صداقت کی دلیل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ پ۱۳ رکوع ۶ سورہ یوسف علیہ یعنی قرآن کریم (اسم کان) گھڑی بناوٹی حدیث نہیں ہے بلکہ تمام موجودہ آسمانی کتابوں کی تصدیق ہے۔ اور ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے۔ اور ہدایت (راہِ راست کا ذریعہ) اور ایماندار قوم کے لئے رحمت ہے۔ اس آیت میں قرآن کریم کو صحیح حدیث کہا گیا ہے۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ قرآن کے معنی اور مطالب بیان کرنے والی حدیثیں بھی بناوٹی اور گھڑی ہوئی نہیں ہیں۔ کیوں کہ قرآن کریم۔ الفاظ اور معنی دونوں کا نام ہے۔ جس طرح قرآن کریم کے الفاظ اور عبارت حقیقت میں وحی اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسی طرح اس کے معنی جو معلم قرآن ﷺ نے اپنے ارشاد اور عمل کے ذریعے سے بتائے وہ بھی سچے اور یقینی دین ہیں۔ ان سے روگردانی کرنا قرآن کریم سے روگردانی ہے۔ یعنی حدیثوں کا انکار ہے۔ اور یہ بھی بتانا مد نظر ہے کہ جاہلوں کا یہ کہنا کہ قرآن میں چند اصول ہیں۔ غلط ہے بلکہ قرآن کریم ہر چیز کی کھلی ہوئی تفصیل ہے۔ جیسا کہ اس کے معنی حدیثوں سے ظاہر اور ثابت ہے۔ اور یہ ہدایت بھی انہیں کے لئے ہے جو حدیثوں کے مطابق قرآن پر عمل کر کے ایمان کامل ثابت کرتے ہیں۔

حدیث پر ایمان لانا ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ پ۱۵ رکوع ۱۳۔ سورۂ کہف۔ اے نبی کریم ﷺ آپ حدیث شریف پر ایمان لانے کے لئے اس قدر جد و جہد کرتے ہیں کہ اگر یہ لوگ حدیث پر ایمان نہ لائے تو آپ غم سے اپنی جان تک دیدینگے۔ اسی لئے مومنین ان پر عمل کرتے ہیں اور اگر کوئی حدیث یا اس کا مفہوم نہیں سمجھتے تو فن حدیث کے ماہر علماء سے دریافت کر کے تشفی کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

اس آیت میں یہ ثابت کرنا مدِ نظر ہے کہ حدیث شریف پر ایمان لانا بھی لوگوں کی نجات کا سبب ہے کہ اس پر ایمان نہ لانے کی حالت کی خرابی سے حضورِ اکرمؐ بہت ہی غمگین تھے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہاں حدیث سے مُراد قرآن کریم ہے تو پھر ثابت ہوا کہ قرآنِ کریم خود حدیث ہے۔ جس سے انکار کرنا کفر ہے۔ پھر فرمایا۔ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا۔ پ۲۳۔ رکوع ۱۷۔ سورۂ زمر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اور بہتر قسم کی حدیث کتابی صورت میں نازل فرمائی۔ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہے۔ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ جو حدیث شریف سے محبت کرتا ہے اُس کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (منکرینِ حدیث کو سزا کے طور پر گمراہ کرتا ہے) مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ۔ پ۲۴۔ رکوع ۔ سورۂ مذکور۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں کرسکتا۔ یہاں بھی بتانا ہے کہ حدیث ہی ہدایت کا ذریعہ۔ اور حدیث کا انکار کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ ہ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ۔ پ۲۷۔ رکوع ۷۔ سورۂ نجم۔ یعنی کیا تم اس حدیث سے تعجب کرتے ہو (کہ قرآنِ کریم کی صحیح تفسیر اور تعبیر ہے) اور تم ہنستے ہو۔ اور (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) روتے نہیں ہو۔ کیونکہ تم تکبّر کرنے والے گمراہ ہو۔

آپ نے دیکھا کہ حدیث شریف کا کیا مرتبہ ہے۔ اگر آپ یہاں حدیث سے قرآن مُراد لیں تو بھی ہمارا مقصد بخوبی حاصل ہے کہ حدیث ایسی پسندیدہ اور قابلِ ایمان ہے کہ خود قرآنِ کریم کو اللہ تعالیٰ نے حدیث فرمایا ہے۔ درحقیقت قرآنِ کریم اور اس کی معنی بتانے والی حدیثیں دونوں حضورِ اکرمؐ ہی کی زبانِ مبارک سے نکلے ہیں۔ اور قرآن کریم الفاظ و معنی دونوں کا نام ہے جو حضورِ اکرمؐ نے بیان فرمائے۔

حدیث شریف کی توہین حرام ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَفَبِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْھِنُوْنَ۔ پ۲۷۔ رکوع ۱۶ سورہ حدید۔ یعنی اے انسانو کیا تم اس حدیث کو (جو نبی کریمؐ کی زبانِ اقدس سے نکلی ہے) معمولی

Marfat.com

سمجھتے ہو۔ وَ تَجعَلُونَ رِزقَکُم اَنَّکُم تُکَذِّبُونَ۔ یعنی تم اس کے غلط اور غیر یقینی کہنے اور لکھنے کو اپنی روزی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہو۔ کافر لوگ دوسرے مالدار کافروں سے روپیہ لینے کے لئے حدیثوں یعنی حضور اکرمؐ کی باتوں کو غلط کہا کرتے تھے اور اس کی تو ان کے ذریعہ سے کافروں سے روپیہ لیتے تھے۔ جس طرح آج بھی چند منکرین و مخالفین حدیث۔ جاہلوں اور بے دینوں اور حضور اکرمؐ کی اطاعت کی قید سے آزاد ہو کر روسیت اور عیسائیت کی طرف جانے والوں سے اپنی کتابوں رسالوں کے ذریعے روپے لیتے ہیں۔ یہ سب لوگ مشرکین اور کفار کے چیلے چانٹے ہیں۔ حقیقی مسلمان وہ ہیں جو حدیثوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث یا اس کا مفہوم نہیں سمجھتے تو فنِ حدیث کے ماہر علماء سے دریافت کر کے تشفی کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے پوشیدہ ارشاد کو بھی حدیث فرمایا

جیساکہ قرآن کریم میں ہے کہ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثاً۔ پ ۲۸۔ رکوع ۱۹۔ سورۃ تحریم۔ یعنی جب نبی کریمؐ نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ حدیث بیان فرمائی وہ کیا حدیث تھی۔ یہ قرآن کریم سے پتہ نہیں لگ سکتا۔ اس کا مفصل بیان حدیث شریف کی کتابوں میں ہے۔ ہماری غرض تو صرف یہ ہے کہ حدیث شریف دین ہے اور اس پر ایمان لانا ہی دین ہے۔ قرآنی الفاظ اور معنی معلوم کرنے کا ذریعہ صرف حدیث ہے۔

حدیث شریف کو جھوٹا بتانا کفر ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ ط سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ پ ۲۹۔ رکوع ۴۔ سورۃ الحاقہ۔ اے نبی کریمؐ آپ مجھ سے اِن حدیث کے انکار کرنے والوں کے (متعلق) کچھ نہ پوچھئے۔ میں ان کو سخت عذاب کی طرف لئے جا رہا ہوں اور یہ نادان کچھ نہیں سمجھتے۔ وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ۔ پارہ مذکور رکوع مذکور۔ یعنی میں ان کو مہلت دیتا ہوں (کہ انکار حدیث سے توبہ کر لیں) ورنہ میری

پکڑ بہت ہی سخت ہے۔

جناب جج محمد شفیع صاحب اور تمام اہلِ عقل و ایمان کے لئے ان آیات پر ایمان لانا ضروری ہے جو حدیث شریف کی صداقت اور دین ہونے کے متعلق قرآن کریم سے یہاں درج کی گئی ہیں۔ چونکہ حدیث شریف قرآن کریم کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بیان فرمودہ ہیں۔ اور ان پر تمام صحابہ کبارؓ اور اہلِ بیت اطہارؓ کا عمل رہا ہے۔ اور یہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پسندیدہ بندے تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ۔ پ ۲۶۔ رکوع ۱۲۔ سورۂ فتح۔ یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وہ ہے جس نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کامل ہدایت دے کر بھیجا اور دین حق عطا فرمایا تاکہ تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ سب سے اکبر اور اعظم گواہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مبارک طریق زندگی

ہی کامل ہدایت ہے۔ اور تمام دینوں اور مذہبوں پر اپنی صداقت اور فائدہ رسانی اور دنیا میں کامیابیوں اور آخرت میں نجات کا باعث ہونے کے سبب غالب ہے۔

پھر جن صحابہؓ اور اہلِ بیت اطہارؓ نے اُس مبارک طریق پر عمل کیا۔ ان کے متعلق فرماتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ۔ پ ۲۶۔ رکوع ۱۲ سورۂ فتح۔ یعنی حضرت محمدؐ اور ان کے ساتھی سب کے سب کافروں پر غالب ہیں۔ اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ آپ ان کو (اللہ تعالیٰ کے سامنے) سجدوں اور رکوعوں میں دیکھتے ہیں نماز کے پابند ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طالب ہیں۔

یہ شان ہے حدیثوں پر عمل کرنے والے اہلِ بیت اطہارؓ و صحابہ کبارؓ

Marfat.com

رضی اللہ عنہم کی اور اُن کی یہ تعریف صرف قرآنِ کریم ہی میں نہیں ہے بلکہ پہلی تمام آسمانی کتابیں اُن کے اوصاف۔ فضائل سے بھری ہوئی ہیں جیسا کہ فرمایا خالقِ کُل نے۔ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ۔ یعنی اُنکی یہ خوبیاں توریت اور انجیل میں بھی ہیں۔

سُبحان اللہ کتنا بڑا مرتبہ اور بزرگی حضورِ اکرمؐ کے اُن ساتھیوں کی۔ آسمانی کتابوں میں لکھی ہے جنھوں نے حضورِ اکرمؐ کی حدیث پر عمل کیا اور ان کے طریقوں پر چلنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی سند عطا فرما دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ یعنی جن لوگوں نے اِن اہلِ بیتؓ اور صحابہؓ کی پیروی کر لی یا کریں گے اللہ تعالیٰ اُن سے کامل طور سے راضی ہو گیا۔

ناظرین! اوپر والی آیت جس لمبے مضمونِ قرآنی کا ٹکڑا ہے وہ پوری آیتیں ہم نے اسی کتاب میں پہلے لکھدی ہیں۔ اب ہم حدیث شریف کی صحیح تاریخ اور عزت و احترام کی سند میں منکرینِ حدیث کے مانے ہوئے اُستاد مولوی محمد اسلم صاحب مرحوم جیراجپوری کا ایک مضمون یہاں نقل کرتے ہیں۔ آپ عیسائیت اور روسیت کی علمبردار ٹوپیاں اُتار کر پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ روایت (حدیث بیان کرنے کی ابتدا) کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے زمانۂ مبارک ہی میں ہو چکا تھا۔

حدیث کی حقیقت

صحابۂ کبارؓ جن اوقات میں موجود نہیں رہتے تھے اُن اوقات کے احوال و اقوالِ نبویؐ کو دوسرے صحابہؓ سے جو حاضر رہتے تھے پوچھتے اور سُنتے تھے۔ امام اعظمؓ کے بعد ہی امام مالکؒ کا زمانہ ہے بلکہ دونوں اماموں کو ہم عصر (ایک زمانہ والا) سمجھنا چاہیے۔ امام ابو حنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں وفات پا گئے۔ اور امام مالکؒ کی پیدائش ۹۳ھ میں ہوئی۔ ان کی کتاب موطا خیر القرون کے عملِ متواتر (برابر کئے جانے والے کاموں) کا دینی کتابوں

Marfat.com

سے زیادہ اعتماد کی قابل مجموعہ ہے۔ کیوں کہ مدینۂ منورہ عہدِ (زمانہ) رسالت اور خلافتِ راشدہ (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی خلافتوں) میں اسلام کا مرکز رہا۔ اس زمانہ میں علمائے تاریخ کے اندازہ کے مطابق کم و بیش بارہ ہزار صحابہؓ تھے۔ جن میں سے تقریباً دس ہزار وہیں (مدینہ شریف میں) رہے اور وہیں فوت ہوئے۔ بقیہ دو ہزار دیار و امصار یعنی عراق و مصر و شام و یمن میں پھیلے۔ اس لئے شریعت (قانونِ اسلامی) کا صحیح ذخیرہ مدینہ ہی میں ہو سکتا تھا۔ یہ بھی خوبیٔ اتفاق ہے۔ کہ آج ہمارے ہاتھوں میں جسقدر دینی (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، موطا امام محمد وغیرہ کتب احادیث) کتابیں ہیں اُن میں سب سے پہلی کتاب جو مدون (تیار) ہوئی وہ مدینہ شریف میں ہوئی یعنی یہی مؤطا۔ **اس کتاب میں** اہلِ مدینہ کے پاس اُسوۂ رسولؐ و خلفائے راشدینؓ و صحابہؓ کرام و تابعینِ عظام (صحابہ کے طریق پر چلنے والوں) کا جو کچھ سرمایہ تھا اور جسقدر مسائل اور فتاوے ان کے معمول بہ (عمل میں آنے والے) تھے وہ سب جمع کر دئے گئے ہیں۔ یہ ہے حدیث شریف کی حقیقت مولوی محمد اسلم جیراجپوری جیسے محقق تاریخ و حدیث کے نزدیک۔ از مقامِ حدیث جلد اوّل ص۱۰۱ مصنفہ غلام احمد پرویز

حدیث شریف کی موجودہ صحاح ستہ

بھی دراصل مؤطا شریف کی حدیثوں کی نقلیں ہیں۔ اور چند احادیث ان دو ہزار صحابہؓ سے بھی لی ہوئی اُن کتابوں میں ہیں جو حضرت امام مالکؒ کے زمانہ میں مدینہ شریف سے باہر دوسرے شہروں میں اسلام کی تبلیغ یا حکومتِ اسلامی کے استحکام کی خدمات پر معین تھے۔

گویا ہماری موجودہ مذکورہ حدیثوں کی کتابیں خاتم الانبیا سید العالمین رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و اُنکے صحابہؓ کبار اور اہلِ بیت اطہارؓ اور اُن کے شاگرد اور پیروی کرنے والے تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک اعمال، اقوال کا مجموعہ ہیں۔ جن کی فضیلت آپنے آیاتِ مذکورہ میں خود دیکھ لی۔ پھر ان کی چھان بین، تحقیق تفتیش کرنے اور ان پر عمل کر کے دوسروں تک پہنچانے والے ائمہ کرامؒ سب سے اوّل حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ ان کے بعد

Marfat.com

حضرت امام مالکؒ پھر حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام حنبلؒ ہوئے۔ ان بزرگانِ دین نے تمام اطراف و جوانب میں بڑی جستجو اور تلاش سے احادیث لیں اور اُن سے مسائل نکالے جو فقۂ حنفی، فقۂ مالکی، فقۂ شافعی، فقۂ حنبلی کی شکل میں موجود ہیں۔ ان حضرات کے علم قرآن و حدیث اور ادراک و فہم پر آج تک تمام مسلمانانِ عالم فخر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے دین کی تحقیق اور جستجو کی جو قدرت اللہ تعالیٰ سے پائی تھی وہ قیامت تک کسی کے خیال و گمان میں بھی ممکن نہیں۔

یہ وہی حدیثیں ہیں جن کو حضرت امام ابن تیمیہ، امام غزالی، محی الدین ابن عربی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت جنید و شبلی اور حضرت علی ہجویری و حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور اُن کے تمام بزرگان خانوادہ۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت نظام الدین اولیا۔ حضرت میاں میر اور تمام اولیائے کرام علیہم رحمت اللہ و برکاتہٗ و تمام علمائے کرام حضرت امام فخر الدین رازی۔ مولانائے روم اور تمام محدثین۔ انڈیا کے سب سے بڑے محدث حضرت شیخ عبدالحق صاحب و حضرت عبدالرحیم و حضرت شاہ ولی اللہ و حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ علیہم اور ان کے تمام شاگردانِ رشید۔ حدیثوں کو دین اور قرآن کریم کی تفسیر مانتے رہے ہیں۔ اور فاتحینِ اسلام حضرت موسیٰ بن نصیر۔ حضرت طارق۔ حضرت ضرار حضرت محمد بن قاسم۔ صلاح الدین ایوبی۔ غازی محمود غزنوی۔ بابر۔ تیمور۔ شاہجہان۔ اورنگ زیب عالمگیر اور تمام شاہانِ اسلام اور علوم جدید کے ماہرین مولانا حالی۔ مولانا شبلی۔ مولانا حسرت موہانی۔ مولانا آزاد سبحانی اور حضرت مولانا محمد نذیر مدیر مانتے چلے آتے ہیں۔ اور مولانا محمد علی جوہر کو خدا کے فضل سے علوم و قوانینِ حاضرہ کے کمال کے ساتھ ساتھ حدیث و تفسیر اور فقہ میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ میں آج کل کے انگریزی دانوں میں خواہ وہ جج ہوں یا بیرسٹر یا حاکم مولانا جوہر کا ہم پلہ نہیں پاتا۔ وہ فرماتے تھے کہ ہمارے قرآنِ کریم کی شان تو بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے۔ دوسرے مذاہب کی آسمانی اور الہامی کتابیں صحت اور صداقت اور معقولیت میں ہماری احادیث کے موجودہ مجموعوں کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتیں۔

Marfat.com

علامہ اقبال جو انگریزی دانوں کے لئے ہر اعتبار سے قابل تقلید ہیں وہ ہمیشہ حدیث کو دین کہتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار ⁂ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار ⁂ ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں ⁂ کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں!

آئینِ رسولِ مختار۔ طرزِ سلف اور پیغامِ محمدؐ سے اشارہ حدیث شریف۔ یعنی حضور اکرمؐ اور صحابہ کبار کے مبارک ارشادات اور اعمال ہی کی طرف ہے جو احادیث کی کتابوں میں مل سکتے ہیں۔ اس وقت بھی تمام دنیا کے مسلمان سُنّی ہوں یا شیعہ سب حدیث شریف کو دین سمجھتے اور مانتے ہیں۔

انکارِ حدیث کیوں ہے؟

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ دھریہ اور روسی ایجنٹ چاہتے ہیں کہ اسلام جو دھریت اور بے دینی کا ہمیشہ مقابلہ کرتا رہا ہے وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اور پھر ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ انھوں نے اس کے لئے مسلمانوں کی سی شکل و صورت والوں کو چنا اور اس پر آمادہ کیا کہ مسلمانوں کو کسی طرح قرآن کریم سے برگشتہ کردو۔ چنانچہ ان بے دینوں نے قرآن کریم میں تحریفِ معنوی شروع کردی چونکہ کروڑوں حفاظ قرآن کریم کے موجود ہیں۔ کہ قرآن کریم سے ایک زبر زیر پیش جزم تک کو کم و بیش کرنا ناممکن ہے۔ انھوں نے قرآن کریم کے اصلی مطلب اور معنی سے جدا کرنا شروع کیا۔ اور کہنے لگے کہ جو تفسیر حدیثوں میں یا تفسیروں میں چودہ سو برس سے چلی آرہی ہے جس کے ذریعہ اسلام اور اس کی امتیازی شان نمایاں ہے اس کو ذہنوں سے نکال دیا جائے۔ اور اپنی نفسیانی خواہشات کے مطابق مطلب بنایا جائے۔ اس مطلب کے لئے ان ظالموں نے غلط سلط معنی کرکے رسالوں اور کتابوں کے ذریعے پھیلانا شروع کردیا اور جدید لغت بھی گھڑ ڈالی۔ اور اس کا نام لغات القرآن رکھ دیا۔ چونکہ

Marfat.com

اس وقت اکثر مسلمانانِ یورپ زدہ میں پاکبازی اور پابندئ دین کے جذبات نہیں رہے ۔ اُن کی طبیعتوں میں ہر مفید اور نیکی کی بات سے گریز اور تنفر رچ گیا ہے ۔ وہ ان بے دینوں کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ۔ اور ان بے دینوں نے حکومت اور بادشاہت کے لالچیوں کو چکمہ بھی دے دیا ہے کہ ہم مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برگشتہ کرنے کے بعد مرکزِ ملت کی حکومت بنائیں گے ۔ اور تمام مُلک کے مال خزانے ، زمین جائیداد اور املاک بلکہ نقد روپیہ بھی تمہارا ہوگا ۔ اور تمام مُلک والے تمہارے مقابلے میں ایسے ہوں گے جیسے خدا کے مقابلے میں بندے ۔ اور تمھارے نظام کا نام ہم نظامِ ربوبیت رکھیں گے ۔

یہی تو وجہ ہے کہ بعض ڈکٹیٹروں کی ذہنیت والے ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم کے مسلّمہ اور آج تک مانے ہوئے قوانین میں بھی ترمیم و تنسیخ کے منصوبے گھڑنے لگے ہیں ۔ اور حدیث شریف جو قرآن کریم کی سچی تفسیر اور تشریح ہونے کی وجہ سے ان کے ظالمانہ ملحدانہ منصوبوں کے لئے ایٹم بم سے بھی کہیں زیادہ ہے ۔ ان کو موت کا باعث ہے ۔ اس لئے یہ دھریہ اور روسی جماعت قرآن اور نبی کریم کی محبت کا نام لیکر حدیث پر اعتراض کرتے ہیں ۔ تاکہ مسلمانوں کی نگاہوں میں حدیثوں کی قدر و منزلت اور قرآن کی تعلیم کی روشنی نہ رہے اور خوب دھریت اور الحاد کی تاریکی میں ان کے دین و ایمان اور مال دولت پر آزادی سے ڈاکہ ڈالتے رہیں ۔

بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب دینے کا طریقہ

یہ جاہلانِ مطلق ۔ حدیثوں سے نفرت پیدا کرنے کے لئے چند حدیثیں ایسی لکھتے یا بیان کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور جن میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ حوائج بشری کے مہذب الفرام کا حال ہوتا ہے ۔ اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دیکھو حضورِ اکرمؐ کی شان میں کسی بیجا باتیں حدیثوں میں لکھی ہیں ۔ بھلا ایسی حدیثوں کو دین کیسے کہا جا سکتا ہے ۔ بے چارے بھولے بھالے مسلمان جن کو

Marfat.com

حضورِ اکرمؐ کے منصب شریف سے پوری واقفیت نہیں ہوتی وُہ اُن کے فریب میں آکر اِن کو حضورِ اکرمؐ کا بڑا سچا جاں نثار اور حدیثوں کے ماننے والوں کو حضورِ اکرمؐ کی شان میں گُستاخ سمجھنے لگتے اور حدیثوں سے بدظن ہو جاتے ہیں۔ اور اِن ظالموں کی کتابیں، رسالے لینے لگتے ہیں۔ ان کی تو چاندی بننے لگتی ہے اور وہ بیچارے دولتِ ایمان سے محروم ہونے لگتے ہیں۔ بلکہ اپنی اولاد اور دوسرے لوگوں کو شرافت و نجابتِ خاندانی سے بھی محروم کرنے لگتے ہیں۔

لطیفہ مگر حقیقی

میں کل ۱۲ار نومبر سنہ ۱۹۶۱ء اتوار کو جناب سید بُرہان الدین شاہ صاحب دہلوی کے پاس گلبرگ گیا تھا۔ اتفاق سے اُن کے بھائی حکیم محسن اختر صاحب دہلوی کراچی سے آئے ہوئے ہیں۔ اہلِ قرآن کہلانے والے مُنکرینِ حدیث کا تذکرہ ہونے لگا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ اُن کی خبر تو ہم جیسے لٹھ مار لوگ خوب لیتے ہیں۔ میں نے کہا کس طرح؟ اُنھوں نے فرمایا میرے پاس ایک صاحب آئے اور اُنھوں نے دورانِ گفتگو میں کہا میں تو قرآن پر عمل کرتا ہوں اہلِ قرآن ہوں۔ حدیثوں اور روایتوں کو دینِ ایمان نہیں سمجھتا۔ تو میں نے کہا معاف رکھئے کہ میں آپ سے گفتگو بھی کرنا نہیں چاہتا۔ وُہ بولے کیوں؟ میں نے کہا قرآن کریم میں نکاح پڑھانے کا طریقہ کہاں ہے؟۔ صرف حدیثوں میں ہے اور آپ خاندانی اہلِ قرآن مُنکرینِ حدیث ہیں تو آپ کے ماں باپ کا تو نکاح بھی نہیں ہوا۔ اور آپ جانتے ہیں بے نکاحی عورت یا مرد سے جو اولاد ہو اُسے عُرفِ عام میں کیا کہتے ہیں۔ ایک صاحب وہیں بیٹھے تھے وُہ دخل درمعقولات کے طور پر چلّا کر بولے حرامی۔ تو میں نے کہا ایسوں کو گفتگو اور پاس بٹھانے کے قابل بھی نہیں سمجھتا۔ کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ پر چلنے والی کہاوت پر کاربند ہوں۔

Marfat.com

لاہور کے بڑے پرانے اہلِ قرآن

ایک صاحب کے متعلق لوگوں سے سُنا ہے کہ اُن کے جوان لڑکے کا انتقال ہوگیا تو خوب رونا پیٹنا ہوا۔ اس کے بعد وہ محلہ والوں کے پاس آئے کہ بھئی میرے فلاں لڑکے کا انتقال ہوگیا ہے۔ لوگوں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ خدا آپ کو صبر دے۔ اب ہمارے لائق کیا خدمت ہے؟ کہا کہ اس کے غُسل اور کفن دفن کا انتظام کرنا ہے۔ تو اہلِ محلہ مسلمانوں نے کہا کہ قرآن کریم میں تو کہیں میت کے غسل کا طریقہ اور کفن پہنانے کا اور موجودہ اسلامی رواج کا ذکر نہیں ہے۔ اگر ہے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کیجئے۔ اور مُردے کے ساتھ وہی کیجئے۔ جو آپنے پچاس ۵۰ برس قرآن کریم کے ریسرچ سے سمجھا ہے۔ اس پر وہ صاحب اہلِ قرآن بہت شرمندہ ہوئے اور اپنا سا مُنہ لے کر چلے گئے۔ بعد کی خبر نہیں کیا ہوا۔ مگر مثل مشہور ہے کہ مر گئے مردُود جن کی فاتحہ نہ درُود۔ غسل، کفن دفن، نمازِ جنازہ اور درود فاتحہ کا طریقہ تو صرف حدیثوں ہی سے ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مُعلّم قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اسی کو دین و ایمان سمجھ کر چودہ سو برس سے مسلمان لوگ اپنائے ہوئے ہیں۔

اہلِ قرآن کی نماز

میں فاطمہ بیگم مرحومہ بنت مولانا محبوب عالم صاحب مرحوم کے لئے قرآن خوانی میں شریک تھا۔ وہاں اُن کے ماموں زاد بھائی میاں محمد شفیع صاحب وکیل بھی آئے ہوئے تھے اور میری وہ تمام کتابیں جو مُنکرینِ حدیث کے متعلق تھیں پڑھ چکے تھے۔ فرمانے لگے کہ میرے ایک موکل تھے۔ وہ ایک دن ظہر کے بعد آئے اور مجھے کہا کہ میں نماز پڑھوں گا۔ میں نے کہا وہ جائے نماز ہے آپ شوق سے نماز پڑھئے۔ وہ جائے نماز پر کھڑے ہوئے شاید دو منٹ کھڑے ہوکر ذرا سا جھکے اور فوراً سجدہ کیا۔ اور بس اللہ اللہ خیر صلاّح میں نے کہا یہ کیا تھا۔ بولے قرآنی نماز۔ میں نے کہا اور چودہ سو برس سے تمام دُنیا کے مسلمان

Marfat.com

جو نمازیں پڑھتے ہیں وہ کیا غیر قرآنی ہیں۔ تو کہنے لگے وہ حدیثی اور روایتی نمازیں پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا جن پر قرآن اُترا اُنھوں نے بھی ایسی ہی نماز پڑھی۔ اُن کے گھر والوں، شہر والوں، مُلک والوں اور تمام ماننے والے مسلمانوں نے ایسی ہی نمازیں پڑھی ہیں اور اب بھی تمام عالم میں ایسی ہی پڑھی جاتی ہیں۔ کیا آپ کے پاس شیطان کھوپڑی تو جی گھسیٹ یا چُرا لایا ہے۔ جس سے آپ ایسی نماز کو قرآنی نماز کہتے ہیں۔

تو کہنے لگے کہ وُہ تمام اور یہ تمام مسلمان آخر تو انسان ہیں اُن سے غلطی ہو سکتی ہے۔ تو میں نے کہا کہ کیا آپ انسانیت سے خارج ہیں؟ کہ آپ سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ جب آپ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابہؓ اہل بیتؑ تمام آئمہؒ اور بزرگانِ دینؒ اور تمام علماء و فضلاءؒ جن کی تعریفیں اور صداقت اور ایمان کامل کی سندیں قرآن کریم میں متعدد موجود ہیں۔ غلطی کر سکتے ہیں تو پھر آپ کے پاس تو کسی دانا عقل مند یعنی خدائے برتر کے برگزیدہ بندے کی سند بھی نہیں ہے۔ آپ کس بُوتے پر اپنی سمجھ اور بُوجھ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

مُنکرِ حدیث شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا

وُہ چُپ اور بالکل ہی خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے کہا میں بھی خدا کے فضل سے انسان ہوں۔ اور ماشاء اللہ یہ حکومت بھی انسانوں کی ہے اور صدر، وزیر، قائد، گورنر، کمشنر، ڈاکٹر، کمپونڈر، ڈپٹی کلکٹر، مجسٹریٹ، جج، وکیل، بیرسٹر سب کے سب انسان ہی ہیں تو پھر آپ کو حکومت اور تمام حکامِ عالیشان پر بھی اعتماد نہیں۔ آپ ان سب کو جھوٹا اور غلط کار دروغ گو سمجھتے ہیں۔ بتائیے تو آپ قانوناً کیا ہیں؟ بے چارہ پسینے سے شرابور ہو گیا۔

پھر میں نے کہا کہ آپ کے کیس کا مستغیث یعنی آپ انسان ہیں آپ کے گواہ بھی انسان۔ اُن پر کس طرح اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ پھر جن مجسٹریٹ یا جج صاحب کی عدالتِ عالیہ میں آپ کا مقدمہ ہے وہ بھی انسان ہیں۔ آپ کی تشفی اور کارروائی تو یہاں بھی یقینی نہیں ہے چونکہ آپ کا پکا عقیدہ ہے کہ انسان سے غلطی ضرور ہوتی ہے۔ اسی بنا پر آپ راویوں اور روایتوں کو یقینی

Marfat.com

نسب کا معاملہ

آپ نے اپنے کاغذات میں اپنے کو پٹھان لکھوایا ہے۔ اور اپنے والد کا بھی تقرر کیا ہے۔ یعنی ایک ہی انسان کو اپنا باپ بنایا ہے۔ تو آپ کو خدائے تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے اس کی تصدیق کی کوئی آیت نازل کر دی ہے کہ آپ کو یقین ہو گیا ہے؟ اور اگر آپ نے صرف اپنی ناقص العقل نوع انسان کی ایک فرومان کے کہنے پر فلاں شخص کے باپ ہونے کا یقین کیا تو آپ کے عقیدے کے خلاف ہے۔ جب آپ کے نزدیک راویانِ حدیث شریف جیسے دُنیا کے مانے ہوئے مُعتبر بزرگوں کا بھی یقین نہیں اور آپ ان کی ایسی سندات کو بھی کذب کا محتمل سمجھتے ہیں جن پر تمام شریف دانا انسانوں کی عقلِ سلیم یقین کرنے پر مجبور کرتی ہے تو آپ کی ماں کے پاس تو کوئی شہادت بھی اس امر کی نہیں ہے کہ فلاں صاحب ہی آپ کے پدرِ بزرگوار ہیں۔ کیونکہ وہ حالت خاص جس میں نطفہ کے رحم میں قرار پکڑنے کا ذریعہ مانا جاتا ہے کسی شخص کی موجودگی کا امکان بھی نہیں رکھتی۔ فقط ایک عورت کی بات پر یقین کر کے کسی کو اپنا یقینی باپ قرار دینا تو آپ ہی کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف ہے۔

اس پر وہ صاحب اہلِ قرآن ہونے کا دعویٰ کر کے نہایت ہی شرمندہ اور خاموش ہوئے کہ شرم کے مارے آنکھ نہیں ملا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے مسلمانوں کے مخالف کو دنیا میں ذلیل کیا تو یقیناً وہ آخرت میں بھی ذلیل اور حقیر ہی رہے گا۔

منصبِ رسالت کی خصوصیات

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خاتم الانبیا اور تمام رسولوں کے سردار ہیں ان کی ذمہ داریاں تمام انبیاء علیہم السلام سے یقیناً بہت زیادہ تھیں عام رسولوں کا منصب بھی خدائے تعالیٰ کی توحیدِ ذات اور اس کی صفاتِ عالیہ کا بیان کرنا اور تمام کائنات کے فرائض و واجبات کا اعلان ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام دنیا کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی خوشخبری دیتے

Marfat.com

ہیں تاکہ مخلوق اپنے خالق و مالک کی ذات اور اُلوہیت کا یقین کرلے کہ ہمارا رب اور ہماری حفاظت کرنے والا مالک و مولیٰ تمام دنیا پر غالب ہے اور ہر حالت میں اپنے بندوں کا معاون و مددگار ہے۔ اس توحید اور مالک و خالق کے تصور اور یقین سے ہی مخلوق خصوصاً انسان میں استغنا اور بے فکری بلکہ اطمینانِ قلب پیدا ہوتا ہے جو اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ سے خوب ثابت ہے۔ اور ہر مالک و مختار کے تصور اور یقین کے ساتھ اُس کی صفاتِ کمالیہ کا بھی یقین ضروری ہے تاکہ اُس کی تابعداری اور اطاعت کا شوق پیدا ہو اور ہر کام اور عمل اُس کی رضامندی کے لئے ہو سکے۔ اس کے لئے رحم و کرم اور نیک کاموں پر انعام و اکرام اور مدارجِ عالیہ کی اُمید ہو۔ اور پھر نافرمانوں اور حکم عدولی کرنے والوں کی سزاؤں کا تصور بھی ضروری ہے تاکہ انسان تندہی اور نہایت جد و جہد سے اپنے فرائض کو ادا کرتے رہیں۔ اسی لئے قہاری اور جباری وغیرہ صفات سے روشناس کرایا گیا اور اس کے عذاب اور سخت ترین گرفت سے ڈرایا گیا اور یہی دو صورتیں کسی حاکم مطلق اور مالکِ کل کی اطاعت کے ضابطہ میں رکھنے کی بہترین صورتیں ہیں۔ کیونکہ انسانوں کے کام اور عمل کا یہ چیزیں وسیلہ ہیں۔ یعنی امید نفع اور دفعِ ضرر۔ جلبِ منفعت اور دفع مضرت یہ تمام نبیوں کی خصوصی صفت رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کو بخشش اور نجات کی خوشخبریاں دیتے رہے اور اللہ کی نافرمانی کی صورت میں اس کے عذابِ شدید سے ڈراتے رہے۔ چونکہ مقصدِ حیات اور نتیجۂ اعمال کا مدار صرف نبیوں کی اطاعت پر موقوف رہا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ پ۵۔ رکوع ۶۔ سورۂ نساء۔ یعنی ہم نے رسولوں کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کی کامل اطاعت کی جائے اور کسی کے خیال و گمان میں بھی ان کی نافرمانی کا شائبہ باقی نہ رہے۔

عقلی دلیل

یہ ہے کہ حکومت یا بادشاہ کی جانب سے جب کسی آدمی کو گورنر، وزیر اعظم یا حاکم بنایا جاتا ہے تو یہی غرض ہوتی ہے کہ اہلِ ملک رعایا اس حاکم کی فرمانبرداری کریں اور اس کے تمام احکام

Marfat.com

اور اسکے تمام احکام کو حکومت کے احکام اور آرڈیننس سمجھیں اور کوئی آدمی ان کی نافرمانی اور سرتابی کا اقدام نہ کرے۔ کسی گورنر یا متعین حاکم کا منصب اور مرتبہ محتاج سوال نہیں بلکہ اس کا حاکم ہو کر منصب یا عہدے کا چارج لینا ہی اس کی اطاعت لازم ہونے کی دلیل ہے اور اس کے احکام میں کسی شخص کو چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔ یہ مانا کہ گورنر اور حکومت کی طرف سے بڑے سے بڑا حاکم بھی حکومت کے احکام کا تابع ہے۔ مگر رعایا گورنر اور حاکم موجودہ کے حکم کے تابع ہے۔

پس جن خصوصیات اور قابلیتوں اور تفوق کی بنا پر اس کو یہ منصب جلیل عطا ہوا ہے اس میں کوئی شخص بھی اس کی برابر نہیں یہ صرف اسی کی خصوصیت ہے کہ وہ بادشاہ وقت اور حکومت موجودہ سے بھی زیادہ رعایا کی اطاعت کا سزاوار ہے بلکہ رعایا کے تمام معاملات اسی کے سپرد ہیں اور وہی ایسا ذمہ دار ہے کہ اہل ملک کی شکایات اور انصرام حوائج بھی اس پر موقوف ہے۔ میں نے مفید معاملات میں بڑے بڑے گورنروں اور حاکموں سے کچھ کہنا سننا چاہا تو انھوں نے کہا کہ اس مسئلہ کے حل کے ذمہ دار اس محکمہ کے سربراہ آوردہ حاکم ہیں۔ ہم اس میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ برطانیہ کے زمانہ میں بھی ہندوستان کے امور نظامی کے متعلق جب کوئی درخواست کی تو جواب ملا کہ گورنر جنرل کی طرف رجوع کرو وہی اس کے لئے مقرر ہیں۔

انسان کی سب سے بڑی حماقت

یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے انسان مگر سرداری کے منصب سے سرفراز ہونے والے کے احکام میں چوں وچرا نہیں کرتے اور تمام احکام کان دبا کر مانتے رہتے ہیں۔ جیسے آج کل ہمارے پاکستان کے سربرآوردہ حاکم فیلڈ مارشل صدر پاکستان محمد ایوب خاں صاحب ہیں۔ ہم نے کسی جج اور کسی بیرسٹر اور کسی بھی حاکم یا ملازم حکومت کو نہیں دیکھا یا سنا کہ کسی صاحب نے فیلڈ مارشل کے کسی حکم یا آرڈیننس کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہو کہ میاں وہ بھی ہمارے جیسے انسان ہیں ان سے بھی غلطی ہوتی ہے۔ یہ تو خیر بڑی بات ہے

Marfat.com

کسی جج، بیرسٹر اور حاکمِ ماتحت نے کبھی اس کی جسارت بھی نہیں کی فیلڈ مارشل سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اور ان کے احکام اور آرڈیننس بھی قابلِ غور و خوض اور محتاج مزید اصلاح و مشورہ یا قابلِ تحقیق و ریسرچ ہیں۔

آپ خود اس کا فیصلہ فرمائیے کہ خدائے تعالیٰ مالک و خالق عالم غیب بلکہ علام الغیوب کے منتخب کیے ہوئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مخصوص فرمائے ہوئے وزیر اعظم یا حکومتِ الٰہیہ کے گورنر جنرل کے احکام اور آرڈیننس کے سامنے چوں وچرا کرنا اور ان میں تحقیق و ریسرچ کا خیال یا ضرورت محسوس کرنا اور ان کے منصبِ رسالت کو غیر صواب دینا اور مضر بہ نتائج کا محتمل سمجھنا سب سے بڑی حماقت نہیں ہے تو کیا ہے؟

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والوں کے لئے فرما دیا ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا۔ پ ۲۲۔ رکوع ۲۔ سورہ احزاب۔ یعنی کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ کوئی حکم دیں یا کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو پھر اس کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار (کہ جی چاہے مانے اور جی نہ چاہے تو نہ مانے) رہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ دونوں کے حکموں کا ماننا فرض لازم ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا گنہگار (نافرمان) ہے وہ بہت بڑا گمراہ ہے۔

جناب جج صاحب آپ نے خاتم الانبیاءؐ کا مرتبہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماننے کی نشانی ہی آنحضرتؐ کے حکم یعنی حدیث شریف کو ماننا ہے اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے حکم اور حدیث یعنی رسول اللہؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا وہ پکا گمراہ اور بے دین۔

سچے ایمانداروں کی قرآنی مثال

فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا۔

Marfat.com

یعنی جب ایماندار دل نے (اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے) لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ وہی لشکر ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے (قرآن کریم) میں اور اس کے رسولؐ نے اپنی زبانِ مبارک کے ارشاد (حدیث) میں وعدہ کیا تھا۔ اور سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے رسولؐ نے۔

اور قرآن کریم اور حدیث شریف کی بدولت ان کا ایمان زیادہ ہوگیا اور بے چوں چرا ماننے دیکھا آپ نے حضورِ اکرم کے وہ وعدے جو آپؐ نے اپنی مبارک حدیث کے ذریعے فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق اسی طرح فرمائی جس طرح قرآنِ کریم کے وعدوں کی۔ حقیقت میں قرآن حدیث متلو کا نام ہے اور حدیث شریف جو قرآن کی تفسیر یا شرح ہے وہ قرآن کی طرح آپؐ ہی کے دھنِ مبارک کی بات ہے۔ مگر متنِ قرآن کی طرح نماز کے قیام یا تلاوت کے طور پر نہیں پڑھی جاتی چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیث شریف بھی عزت و احترام ہی کی لائق ہے اس لئے حدیث کی ہنسی بنانا بھی کفر ہے۔

ہاں اُس میں لکھی ہوئی درود اور دعائیں ضرور نماز میں شامل ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ پ۲۱۔ رکوع ۱۰۔ سورۂ لقمٰن۔ یعنی بعض نادان لوگ ایسے بھی ہیں جو حدیث کا استہزاء کرنے والی کتابوں رسالوں کو خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو گمراہ کردیں۔ حالانکہ ان کو حدیث شریف کا علم، سمجھ بھی نہیں ہے وہ تو حدیث شریف کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جن کے لئے بہت سخت عذاب ہے۔

حدیث شریف سے روگردانی منافقوں کا طریقہ ہے

جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔ پ۵۔ رکوع ۶۔ سورۂ نساء۔ یعنی جب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آؤ (یعنی حدیث کی طرف) تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ

Marfat.com

وہ آپؐ کی جانب آنے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

اے میرے عقل مند تہذیبِ جدید کے فریب خوردہ بھائیو! دیکھئے کہ رسول اللہؐ یعنی آپؐ کی حدیث شریف کی طرف نہ آنے والوں اور آپؐ کی اطاعت سے گریز کرنے والوں کو منافق کہا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم اُن کی ہی زبانِ عربی میں تھا مگر اس کے صحیح معنی اور مطلب کا علم تو صرف حضورِ اکرمؐ ہی کے ارشاداتِ گرامی پر موقوف تھا۔ اس لئے حدیث کے انکار یا اس کی طرف توجہ نہ کرنے کی بنا پر ان کو منافق کہا گیا ہے۔ تو آج کل قرآن کریم کی محبت کا دم بھرنا اور نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ حدیث شریف کو دین نہ سمجھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

مُنکرینِ حدیث کی منافقانہ چال

جس پر منافقین (منافق) لوگ ہر گرفت اور مصیبت کے موقع پر چلتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَّتَوْفِيقًا ۰ پ۔ رکوع ... نساء۔ یعنی پھر کیسی پریشانی ہوتی ہے جبکہ اُن کو کوئی آفت پہنچتی ہے اپنی بداعمالی انکارِ حدیث کی وجہ سے کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو یہ لوگ۔ اے نبی کریمؐ آپؐ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر (ہماری) قسمیں کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو آپؐ کی (حدیثوں) کی طرف کسی اچھی تاویل یا نیکی سے موافقت ہونے کی وجہ سے گئے تھے۔

آجکل کے منکرینِ حدیث سے بھی جب کہا جاتا ہے کہ دیکھو اسلام کا پہلا رکن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یعنی کلمہ طیب ہے بتاؤ یہ حدیث میں ہے یا قرآن میں۔ مسلمانوں کے بچوں کے پیدا ہونے پر عقیقہ ہوتا ہے، ختنہ کی جاتی ہے، پھر نماز پڑھنی ہر مسلمان کا فرض ہے۔ بتاؤ قرآن میں نماز کی پوری کیفیت یا وہ حالت جو تمام مسلمانوں کے نزدیک مانی ہوئی ہے اور نکاح کا طریقہ، مرنے پر کفن دفن کے قاعدے، زکوٰۃ رکن اسلام پر ہے، روزہ کے واجبات، مکروہات، غسل کے مسائل، روزہ نماز کو خرابی اور فساد سے بچانے کے طریقے، حج کی تفصیل، یہ ساری چیزیں تمام دنیا کے نزدیک دین ہی کے مسائل ہیں۔

Marfat.com

پھر کتے، بلی، چوہوں، گدھوں، شیر اور بھیڑیوں وغیرہ کا حرام ہونا وغیرہ بھی دین کی باتیں ہیں قرآن کریم میں کہاں ہیں۔ یہ تو سب حدیثوں کے ذریعے سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ تو یہ منکرین حدیث جھٹ اہلِ حدیث کا چولا بدل لیتے ہیں کہ ہم تو منکر حدیث نہیں۔ حدیث شریف کو تو مانتے ہیں۔ فقط اُن حدیثوں کو نہیں مانتے جو قرآن کریم کے خلاف یا نبیوں اور حضورِ اکرمؐ کی توہین کا باعث ہیں اور آج کل کے سائنس سے ٹکراتی ہیں۔ یا جو حضورِ اکرمؐ کی شایانِ شان نہیں ہیں۔

کوئی حدیث خلافِ قرآن کریم اور نبیوں کی کسرِ شان کی نہیں ہے

عقلِ سلیم یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ جن خاتم المرسلینؐ کو اللہ تعالیٰ نے تمام زمانوں کا ھادی اور تمام برائیوں سے پاک کرنے کے واسطے بھیجا ہو اور جن پر قرآنِ کریم کی تعلیم دینا فرض کر دیا ہو اُن کی کوئی حدیث بھی اُن کے مرتبۂ عالیہ کے خلاف ہو۔ ہر اُس انسان کا جو قرآن کریم کے صحیح معنوں کو جاننا چاہے اہم ترین فرض ہے کہ حدیث شریف باب التفسیر کو سمجھے اور پھر تمام ابوابِ حدیث کو ذہن نشین کرے اور جسقدر امور اعمال، عادات اور اخلاق یا عبادات اور معاملات کے ہیں ان کو پورے طور پر دل و دماغ میں بٹھائے اور اس فرض کی ادائیگی کا یہی طریقہ ہے کہ عربی میں مہارت حاصل کرے اور پھر علمائے حدیث سے حدیث شریف باقاعدہ پڑھے۔ کوئی فن اور علم بغیر اُستاد کے سمجھائے اور سکھائے نہیں آ سکتا۔ آخر یہ مروّجہ علوم و فنون جو معمولی عقل و سمجھ کے لوگوں کے نکالے اور بنائے ہوئے ہیں اُستادوں ہی سے پڑھنے اور سمجھنے پڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی تفسیر اور تعبیر کے متعلق حضور اکرمؐ کے ارشاداتِ گرامی۔ حدیث تو تمام انسانوں کی بہترین عقلوں کے پیدا کرنے والے گئے ہیں۔ اور دنیا کے دانا ترین اور حکیم اعلیٰ کے ارشادات یعنی نبی کریمؐ کے فرمائے ہوئے ہیں۔ ان کے پاک مطالب کے سمجھنے کے لئے ذہنوں کو پاک و صاف کر کے کسی نیک متقی پاکیزہ دل و دماغ والے سے سمجھنا چاہئے۔ یہ چیزیں کیمبرج اور عیسائیت سے مرعوب انسانوں کے بس کی نہیں ہیں۔ ہر چیز کے لئے ظرف کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ ۔ یعنی پاک اور بے رغل باتیں پاک ذہنوں میں اُتر اور سما سکتی ہیں ۔ پہلے ذہن کو شرک کفر اور نفسانی خواہشات اور شیطانی وساوس سے پاک کرنا لازم ہے ۔ پاور ہاؤس سے نور لینے کے لئے بلب کی ضرورت ہے ۔ گلاس ، کٹورے ، لوٹے یا گھر کے کسی دوسرے ظروف ، برتن یا اسباب کے ذریعہ گھر کو روشن نہیں کیا جا سکتا ۔ پس اسی طرح خدائے قدوس کی نُورانیت اور ہدایت خدائے تعالیٰ کے نُور بلکہ نُورٌ علیٰ نُور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے ۔ لیکن آپؐ سے بھی نُور اور ہدایت لینے کی صلاحیت کی ضرورت ہے ۔ اور وہ پیدا ہوتی ہے پاک باطن محدثین و مفسرین علمائے کرام سے ۔

آپ کے لاہور میں بھی بفضلہ تعالیٰ حضرت مولانا سید ابو البرکات ، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی ، مولانا مفتی عزیز احمد اور مولانا مہرالدین صاحبان و مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامع اشرفیہ اور مفتی جمیل احمد صاحب و مولانا سید حامد میاں صاحب و مولانا شریف اللہ صاحب ، مولانا شاہ صاحب و حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب روپڑی ، مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف اور فخر المفسرین ، حضرت مولانا احمد علی صاحب وغیرہ فن حدیث کے ماہر حضرات ہیں ان سے دریافت کریں ۔ اگر کسی آدمی کو کسی مسئلۂ شرعی یا آیت اور حدیث کے مفہوم اور معنی میں کوئی مشکل پیش آئے تو بندہ آپ کے دولت خانہ پر بھی آکر ذہن نشین کرا دے گا ۔ (میں ہوں سیفُ الاسلام)

شیعہ حضرات میں بھی اہل سنت والجماعت کی تفاسیر اور احادیث اور مذہب امامیہ کی احادیث و فقہ کے ماہرین میں سے حضرت الحاج مولوی اختر عباس صاحب ، جناب العلامہ الجزائری صاحب اور حضرت الحاج علامہ مرزا احمد علی صاحب وغیرہم لاہور میں موجود ہیں ۔

غرض یہ ہے کہ ہر عقیدے کے حضرات کو اپنی دینی اور مذہبی کتابوں کا مفہوم بتانے اور سکھانے والے علماء ہیں ۔ ان سے سمجھنا چاہیے ۔ گھر بیٹھے انگریزوں ، عیسائیوں اور یہودیوں یا ملحدین اور منکرین حدیث و قرآن کے ترجمے پڑھنے سے دین کی پوری سمجھ ممکن نہیں ہے ۔ بلکہ بے دینی پیدا ہوتی ہے ۔

Marfat.com

گناہوں سے پاک کرنا

ناظرینِ کرام! آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت دُنیا میں بے حیائی، فواحش، شرک اور تمام طرح کی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور ان کی اصل بنیاد خانگی اور گھریلو زندگیوں میں بے راہ روی اور نفسانی خواہشات کی تسکین تھی۔ لیکن حقیقت میں یہ دلی اور دماغی پریشانیوں کا باعث بلکہ ملکی عائلی امن و امان کو فنا کر رہی تھی۔ چونکہ تمام دنیا کے بچے تہذیب و ادب اور زندگی بسر کرنے کے طریقے اپنے ماں باپ اور گھر والوں سے ہی سیکھتے ہیں۔ جب تمام ملکوں کی خاندانی شہری ناہنجار کج رفتار اور عادی گنہگار بن جائے تو پھر نیکی اور پرہیزگاری کا تصور تک ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام خرابیوں کے دُور کرنے کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ ظاہر بات ہے کہ آپ کو سب سے پہلے برائیوں کے مٹانے اور لوگوں کو نیکیوں کی طرف لانے کی عقلاً ضرورت تھی۔ اسی لئے حضورِ اکرمؐ نے گھریلو زندگی سے پاکیزگی کی تعلیم شروع کی۔

عرب کیا تمام ملکوں میں دستور تھا کہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ جوان اور خوبصورت عورتوں سے رابطہ پیدا کر لیتا اور اُن کے بڑھاپے اور عمر ڈھل جانے پر اُن کو چھوڑ دیتا اور ان کے مال، دولت اور جائیداد پر خود قابض ہو جاتا۔ اور پھر جوان عورتوں کے ساتھ ملنے ملانے کے طریقے حیوانوں سے بھی بدتر تھے۔ ایسے ایسے فحش بے شرعی اور بے حیائی کے راستوں سے وہ نفسانی خواہشات کو پورا کرتے جن پر حیوان تو حیوان شیطان بھی اُش اُش کرنے لگتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے زمانے کا حسین اور قوی ترین اور دیانت امانت اور صداقت میں بے مثل و بے نظیر ہوتے ہوئے بھی چالیس سالہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے عقد کیا۔

عورتوں سے خلوت و تنہائی کے معاملات

ہی کی خرابیوں نے دُنیا میں بے حیائی پھیلادی تھی اس لئے آپؐ نے اپنے برتاؤ سے اس کو مٹانے کا آغاز کیا۔ اگرچہ حضورِ اکرمؐ بالکل نوجوان ۲۵ سالہ عالمِ شباب کے لئے باعثِ رشک تھے۔ لیکن آپؐ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے جنسی معاملات میں کبھی بھی ان کے لئے تکلیف دہ ثابت نہیں ہوئے بلکہ آپؐ کی زیادہ توجہ نفسانی خواہشات اور جنسی افراط و تفریط ہی کی درستی پر مبذول تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپؐ کی پہلی بیوی ام المومنین سے متعدد روایتیں ہیں جن میں حضورِ اکرمؐ کی عبادت ریاضت اور غارِ حرا میں متواتر ہفتوں رہ کر عبادت اور تفکر میں مشغول رہنا مذکور ہے۔ اور یہ بھی مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس قدر پاک باز اور شرم و حیا کے مجسمہ تھے کہ کبھی کسی بیوی نے حضورِ اکرمؐ کا ستر نہیں دیکھا اور آپؐ نے خلوتِ خاص میں بھی اپنی کسی بیوی کا ستر نہیں دیکھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قدرت کے قانون توالد و تناسل کی تعمیل ہی کے لئے۔ زن و شوئی کے جذباتِ خداداد بروئے کار آتے تھے۔

دُنیا کے مہذب الہامی کہلانے والے مذاہب

اس وقت ایران میں زند آوستہ اور عرب کے یہودیوں میں توریت اور روم شام اور یورپ میں انجیل کے ماننے والے عیسائی اور ہندوستان میں ہندو قوم اپنے مذہب کو الہامی کہتے تھے اور یہ لوگ اپنی تہذیب پر فخر کرتے تھے۔ لیکن ان کی تاریخیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمارے پاس وہ تمام مواد موجود ہے جن سے اُن کی تمام تمدنی اور عائلی حالات اور کوائف روزِ روشن کی طرح نمایاں ہیں۔ ایران میں اپنے باپ کی بیویوں سے بھی شادی رچانے میں عیب نہیں تھا۔ ایک مرد بہت سی کنیزیں اور داشتائیں رکھنا فخر سمجھتا تھا۔ اور اُن سے مباشرت نجی میل ملاپ کے طریقے بھی عیش پسندوں کی رنگینی طبیعتوں پر موقوف تھے۔ جن میں شرم و حیا کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ صرف تعیش اور ہوس رانی کی تکمیل تھی۔

Marfat.com

بھونری اور عیسائیوں میں بھی بے پردگی، شراب نوشی اور عورتوں سے حسب منشا میل ملاپ اور لونڈیاں رکھنے کا دستور تھا۔ اسی لئے تو عام طور سے لونڈیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ بلکہ جن عورتوں سے اپنے دستور کے مطابق شادیاں کرتے تھے ان کے ساتھ بھی ہوس رانی میں قانون اور ضابطہ کو پاس نہیں آنے دیتے تھے اور بیاہتا عورتوں کو بھی اپنی ملکیت سمجھ کر ان کو ہر طرح استعمال کرتے اور پھر جب زیادہ عمر کی ہو جاتیں تو فروخت کر ڈالتے۔ اور بھارت میں چار وید آسمانی مانے جاتے تھے۔ ان کے یہاں مباشرت اور جنسی تقاضوں کو پورا کرنے کے نہایت عیاشانہ طریقے رائج تھے جس کا ثبوت پراچین کوک شاستر کی شہادت دے رہی ہے بیویوں کے سوا داسیاں رکھنے کا بھی عام دستور تھا اور ان کے یہاں زیادہ تر شادیاں سوئمبر کے طریقے سے ہی ہوتی تھیں یعنی عورت بہت سے مردوں میں سے اپنے لئے کسی ایک مرد کو چن لیتی تھی۔ یہ رسم بھی دھارمک اور مذہبی تھی۔ یعنی پتی کو استری کی پسند دید کا بالکل اختیار نہ تھا۔ لیکن ان کے دھرم میں پتی۔ شوہر پرماتما کی برابر سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کو عورت کے تصرف پر اختیار بھی ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ عورتوں کو جوئے میں بھی لگاتے تھے۔ اور شرم و حیا کی بجائے عورتوں اور مردوں میں جذباتِ حیوانی اور شہوانی ابھارنے کے طریقے عام طور سے رائج تھے۔

مہابھارت کو دیکھئے یہ ہندوؤں کی تہذیب کی پرانی کتاب ہے۔ اس قوم میں چند حضرات بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے ہم کرشن جی ہی کو لیتے ہیں چونکہ ان کی کتاب "گیتا گوان" کے یہاں بڑا درجہ نصیب ہے۔ مہاتما کرشن بھگوان کی گوپیوں سے برتاؤ کی بہت سی کہانیاں ہیں۔ لیکن تالاب میں نہانے والی چند برہنہ عورتوں کا قصہ یقیناً ہندو تہذیب پر دلیل قاطع ہے۔ وہ جب تالاب میں نہانے اور کلولے کرنے میں مصروف تھیں تو کرشن بھگوان ان سب کے کپڑے جو تالاب کے کنارے پر رکھے ہوئے تھے اُٹھا کر لے گئے۔ اور تالاب کے قریب ہی ایک درخت تھا سارے کپڑوں سمیت اُس پر چڑھ بیٹھے۔ جب وہ حسن و جمال کی دیویاں اشنان کر کے کنارے پر آئیں تو بستر کپڑے غائب تھے۔ حیران پریشان چاروں طرف دیکھنے لگیں۔ کہیں بھی کوئی آدمی نظر نہیں آیا تو کہنے لگیں کہ یہ کرتوت تو بھگوان کرشن کے ہیں۔ جب پیڑ کی طرف

Marfat.com

نظر پڑی تو بھگوان پتوں میں چھپے ہوئے براجمان تھے۔ لگیں رونے چلانے کہ مہاراج ہمارے بستر، کپڑے دیدو۔ مگر انھوں نے ہنسی میں اُڑادیا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو کہنے لگیں ہمارے گھر والے ہم پر خفا ہوں گے۔ اُن میں کنواری بالغ لڑکیاں اور شادی شدہ جوان دُلہنیں بھی تھیں آخر مجبور ہو کر اپنی شرم گاہوں کو ہاتھوں سے چھپا کر پیڑ کے پاس آگئیں اور بڑی منت اور سماجت سے کپڑے مانگنے لگیں۔ مگر بھگوان کرشن بھلا ایسے دلے کب تھے وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ جب دیویاں بہت شور کرنے لگیں تو بھگوان نے فرمایا دونوں ہاتھوں کو پھیلاؤگی تو دیدوں گا۔ چنانچہ تمام استریوں نے سیدھا کھڑے ہو کر اپنے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے تو اُن کو کپڑے عنایت ہوئے۔

ہندو قوم کے ریفارمر۔ رشی منی بلکہ الیشور کے اوتار مانے جانے والے بزرگ کا ہندو تہذیب کو نمایاں کرنے والا ایک چھوٹا سا کارنامہ ہے اور ایک عورت کے کئی شوہر ایک ساتھ بھی ہوتے تھے۔ یعنی ایک عورت ایک وقت میں کئی کئی مردوں کی بیوی سمجھی جاتی تھی۔ ہمیں یہاں کسی دھرم اور مذہب کی توہین مدِ نظر نہیں بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ جس وقت خاتم الانبیاءؐ دُنیا میں تشریف لائے تو دُنیا کی مہذب اقوام کی یہ حالت تھی۔ جس سے آپ غیر مہذب اور وحشی اقوام کا اندازہ خود فرما سکتے ہیں۔

نیوگ کا مسئلہ

ہندو مت میں نیوگ مذہبی فریضہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ جس کو چودھویں صدی کے مہاتما دیانند جی نے بھی اپنی "ستیارتھ پرکاش" کتاب میں بڑی تفصیل سے اس طرز سے بیان کیا ہے کہ بوڑھے مرد عورت پڑھیں تو جوانی دیوانی پھر سے انگڑائیاں لینے لگے۔ یہاں تک فرماتے ہیں کہ جس عورت کے پتی، شوہر سے اولاد نہ ہوتی ہو۔ یا پتی ایسا بیمار ہو کہ اولاد پیدا کرنے سے مجبور ہو یا پتی کہیں دُور دراز سفر میں چلا گیا ہے اور عورت کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو ان صورتوں میں عورت کا فرض ہے کہ وہ کسی نہایت خوبرو جوان سے مباشرت کرائے۔ اور اس کے لئے اُس کو چودہ مردوں تک سے ضرور ملنا چاہئے۔ یعنی اگر ایک سے اولاد نہ ہو تو

Marfat.com

دوسرا پسند کرے۔ اگر اس سے بھی نہ ہو تو تیسرا۔ علیٰ ھذا القیاس چودہ تک کی خلوت میں جاتی رہے۔ اور اس مرد کو اس امر کے تیار کرنے کے لئے جو طریقے سوامی دیانند سرسوتی جی نے بیان فرمائے ہیں۔ میں اسلامی تہذیب اور شرم کی رو سے ان کا بیان نہیں کر سکتا ستیارتھ پرکاش آریہ سماج کی بڑی مبارک کتاب مانی جاتی ہے۔ جو صاحب دیکھنا چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اور عیسائیوں میں دیور جیٹھ سے نیوگ کی بابت میری زیر طبع کتاب انجیل محمدؐ کے فضائل سے بھری ہے۔ کو پڑھیں میں نے بائبل سے ضمناً ان کے یہاں کے نیوگ کا ذکر کیا ہے۔ یہ وہ تہذیبیں تھیں جن کے اثرات اسلام کی عام روشنی کے باوجود دنیا کے تاریک ترین گوشوں میں ابھی تک موجود ہیں۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تہذیب یہ تھی جو ہم نے اوپر ان کے گھریلو معاملات میں ذکر کی ہے۔ اور حضور اکرمؐ کی مبارک زندگی بفضل خدا نفس و ہوا پرستی کے شائبہ تک سے پاک اور مبرّہ تھی۔ حضور اکرمؐ نے غیر مردوں عورتوں کا اختلاط ہی حرام نہیں کیا تھا۔ بلکہ غیر عورت کی طرف دیکھنا اور عورت کو غیر مرد کی طرف دیکھنا بھی ممنوع قرار دیدیا تھا۔ یہاں تک کہ غیر عورتوں اور غیر مردوں کی باتیں سننے اور ان کے تصور تک سے دل و دماغ کو پاک رکھنے کی تعلیم دی تھی جس کا ترجمہ علامہ اقبالؒ یوں فرماتے ہیں ؎

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں!

حضور اکرمؐ نے اپنی پوری عمر شباب و جوانی کو ضابطۂ خداوندی کی ترویج میں ہی گزارا۔ یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پہلی بیوی کی زندگی میں کوئی نکاح ہی نہیں کیا جب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر شریف ۶۵ برس کی ہوئی تو ان کا انتقال ہو گیا۔ اور اس وقت حضور اکرمؐ کی عمر مبارک ۵۰ سال کی تھی۔

Marfat.com

حضورِ اکرمؐ کے متعدد نکاح

ظاہر ہے کہ وہ خرابیاں جو دنیا کے معاشرہ میں عورتوں کے غلط استعمال سے پیدا ہو چکی تھیں بہت ہی زیادہ اصلاح اور جدوجہد کی محتاج تھیں۔ اس لئے حضورِ اکرمؐ کو گھریلو حالات کی صحیح تعلیم کے لئے اور بھی کئی نکاح کرنے پڑے لیکن وہ نکاح بھی اسلامی نظریات کی اشاعت ہی کی غرض سے تھے۔ آپؐ نے بعد میں جن عورتوں سے نکاح کئے وہ بیوائیں اور عائلی زندگی کی اصلاح میں نمایاں قابلیت کی حامل تھیں۔ اور وہی تھیں جو اسلامی تہذیب کو دل وجان سے چاہتی تھیں۔ ان کے دل و دماغ میں یہ جذبہ تھا کہ وہ تمام عورتوں میں سے تمام تر برائیاں دُور کر دیں۔ اور ان کے ذریعہ سے اسلامی تہذیب کو عام گھروں میں رواج دیں۔ چنانچہ ان اُمہاتُ المومنین نے اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں طبقۂ نسوان سے برائیاں دُور ہو گئیں اور مردوں کی تمام عیاشیوں کا قلع قمع ہونے لگا۔ چونکہ جب عورتیں فضول اور خلافِ تہذیب رنگ رلیوں سے باز آ جائیں اور اپنے مردوں کو معاشرے کی اصلاح کی طرف رغبت دلائیں اور عیاشی کی خرابیاں، بُرے نتائج ذہن نشین کرا دیں تو پھر مردوں کو بھی شرم آ جائے۔ اور پھر وہ بھی فضولیات اور نفسانی ہوا و ہوس سے کنارہ کر کے اپنے قیمتی اوقات کو اپنے اور دُنیا والوں کے فائدوں کے کاموں میں صرف کریں۔ اور جب ہر گھر میں میاں بیوی درست ہو جائیں تو یقیناً اولاد پر بھی اس کا اچھا اثر ہوتا ہے۔ عورتوں کے ذریعہ سے تبلیغ و اشاعت جو کی گئی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ عرب، ایران اور ہندوستان اور یورپ میں شاعری اور ادب کی جان مرد و عورت کے عشق اور تعیش کی نظم و نثر کا رُخ بھی بہادری، شجاعت، علم و ہُنر اور ترقی دُنیا و درجات آخرت کی ترغیب کی طرف پھر گیا۔ اور تمام ملکوں کے شعرا کے کلام میں یہ اثر نمایاں ہونے لگا۔

Marfat.com

بالغ لڑکیوں اور نوجوان عورتوں کی درستی

کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے احباب کے اصرار پر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ
کے نکاح کا پیغام دیا چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی صاحبزادی تھیں
اور بچپن سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر رہتی تھیں
اور بچپن ہی سے لڑکیوں میں اسلامی باتیں اور خیالات پھیلاتی رہتی تھیں۔ اور جو حدیثیں اپنے
والد اور ازواجِ مطہرات سے سنتی تھیں حفظ کر لیتی تھیں۔ ان کی قوتِ حافظہ بچپن ہی سے
مشہور تھی۔ پھر نیکی اور پرہیزگاری بھی گھٹی میں پڑی تھی۔ پھر ان کو سمجھانے مجھانے
کا طور طریقہ بھی خوب آتا تھا۔ ضرورت تھی کہ آپ کے ذریعے سے حضورِ اکرمؐ کی پرائیویٹ
اور نجی زندگی کے حالات نوجوان لڑکیوں اور عورتوں میں بھی پھیلائے جائیں تاکہ وہ تبلیغ
کا ذریعہ بن جائیں۔ چونکہ نوجوان یا کنواری لڑکیاں اپنی ہم عمر لڑکیوں سے ہی زیادہ میل ملاپ
رکھتی ہیں۔ اس لئے حضورِ اکرمؐ نے حضرت عائشہؓ کی نو عمری ہی میں ان سے عقد کیا۔

بعض شکوک کا ازالہ بھی تھا

بعض منافقین کہا کرتے تھے کہ میاں حضورِ انور حضرت محمدؐ کو خوش قسمتی سے بیویاں ہی
بوڑھی یا ادھیڑ ملتی ہیں جو دین دنیا کی درستی کے کاموں میں ہمہ تن لگے رہتے ہیں۔ اگر کسی نوجوان
بی بی سے سابقہ پڑتا تو پھر ان کاموں سے ایسی دلچسپی نہ رہتی بلکہ گھر کی مصروفیات ہی
میں لگے رہتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا خیالِ خام باطل کر دکھایا اور
حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے اُن کی نو عمری میں نکاح کرنے کے بعد آپؐ نے دینِ اسلام کی اشاعت
و تبلیغ میں جد و جہد زیادہ کر دی۔ خدا کے فضل سے کافرانہ اور جاہلانہ رسمیں جو زیادہ تر عورتوں
میں پھیلی ہوئی تھیں اور جنھوں نے عرب کے معاشرے کو گندہ کر رکھا تھا وہ ادھیڑ بوڑھی
اور نوجوان عورتوں سے چھوٹنے لگیں۔ حضورِ اکرمؐ کو زیادہ نکاح کرنے کا حکم اسی لئے تو
ہوا تھا کہ ان امہات المومنین کے ذریعے سے عورتوں کی ہدایت ہو اور پھر جو بچے اُن کی

Marfat.com

تعلیم و تربیت سے فیض پا کر سن بلوغ کو پہنچیں وہ سچے مسلمان اور عرب کے ناپاک معاشرے کو مٹا کر اسلامی روح پھونک دینے والے ہوں۔ زیادہ نکاحوں کی بدولت بہت سے قبائل میں آپؐ کی رشتہ داری کی وجہ سے آپؐ کے خانگی اور نجی اخلاق و آداب، تہذیب و ادب، شرم و حیا، رحم و کرم، عدل و انصاف اور سادگی کا نام چرچا ہوگیا اور لوگ اپنی پرانی تہذیب کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب میں ہر طرح کا فائدہ سمجھ کر اس کی طرف آ گئے۔

یوں تو آپؐ کی تمام ازواجِ مطہرات ہی عورتوں میں تبلیغ کا کام بخوبی انجام دیتی تھیں۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ سب سے زیادہ ذہین اور خوش تقریر تھیں اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات اور اعمالِ مبارک کو حفظ کرتی رہتی تھیں۔ اور یہاں تک ان کا دائرۂ علم وسیع تھا کہ بڑے بڑے صحابہ بڑے بڑے دشوار مسائل میں ان سے مشورہ لیا کرتے اور حدیثیں دریافت کیا کرتے۔ غرض یہ ہے کہ اسلام جو تمام مرد عورت، بچوں بوڑھوں کی درستی کے لئے آیا تھا پورا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ فرما کر کامیابی اور کامرانی کی سند عطا فرمادی اور تمام مسلمانوں کو بھی چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت اسی لئے تھی تاکہ عورتوں کے ذریعے اسلامی عادتیں غیر مسلم خواتین تک پہنچتی رہیں۔ اور اس تعدادِ بالکثرت ازواج کی وجہ سے مختلف قبائل تک اسلامی عادتوں اور رسم و رواج کا پہنچنا بالکل آسان ہوگیا۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ جو کام پہلے نبیوں کی سر توڑ کوشش سے قرنوں میں بھی نہ ہوا تھا وہ کام یعنی تکمیلِ دین اور اشاعتِ اسلام آنحضرتؐ نے صرف ۲۳ سال میں نہایت خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور آپؐ کے مبارک طریقوں کی ایسی شہرت ہوئی کہ مصر، شام، عراق، ایران، چین، ہندوستان اور یورپ تک اسلام جا پہنچا۔ اور اگر دنیا کے مسلمان صحیح طور پر حضور اکرمؐ کے طریقوں پر عمل کرتے رہتے اور خواہشاتِ نفسانی اور تعیش کے شکار نہ ہوتے تو دنیا میں آج صرف اسلام ہی ہوتا۔

حضور اکرمؐ نے ایک وقت میں نو بیبیاں رکھیں لیکن آپؐ کی خدا پرستی اور بے تکلف زندگی کا یہ اثر تھا کہ کبھی کسی بی بی نے بھی دنیا کا مال دولت، زیور پانا، بناؤ سنگار اور

Marfat.com

ریا نمود کو پسند نہیں کیا۔ اور رحم، ترسی، غریب پروری، ایثار، بخشش اور سخاوت کا یہ حال رہا کہ بلا مبالغہ ام المومنین کی توجہ ہر وقت انہیں مبارک کاموں کی طرف رہتی۔ یہاں تک کہ غربا پروری، یتیموں، بیواؤں اور مجبوروں کی مدد کرنے کی خاطر بھوکا پیاسا بھی رہنا پڑتا تو بھی اُن کو کسی قسم کی کوفت یا ملال نہ ہوتا بلکہ خوشی ہوتی تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن مبارک بیبیوں کی شان میں یوں فرمایا ہے۔ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ پ۲۲۔ رکوع ۱۔ یعنی اے نبی کریمؐ کی بیویو! تم دوسری تمام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔ بلکہ تم سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ سے ڈرنے والی، نفسانی خواہشات اور ریا نمود، ظاہرہ بناؤ سنگار سے بیزار ہو۔ اور سب سے زیادہ نیک پابندِ شریعت بلکہ شریعت کو پھیلانے والی ہو اور یہ خصوصیت تم ہی کو حاصل ہے۔ کہ تم نبی کریمؐ کی اُن تمام عادتوں اور کاموں کو دیکھتی رہتی ہو جو قرآنِ کریم کی تفسیر اور اس کی صحیح تعبیر ہیں اور تمہارے ہی ذریعہ سے عورتوں اور ان کے وسیلہ سے مردوں اور بچوں میں بھی یہ عادتیں اور نیکیاں رواج پاتے ہیں۔

رسولِ کریمؐ کی ازواجِ مطہرات کی نیک خصلتیں

جبراً قہراً نیک اور دینِ اسلام کی خوگر نہیں تھیں بلکہ اُن کے نفوسِ ذکیہ اور طبائعِ مرضیہ اور عاداتِ عالیہ ہی تھے جن کی بدولت اُن کو حضورِ اکرمؐ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ خود بالطبع پاکباز، بے طمع اور دنیاوی خواہشات اور معاملات سے متنفر تھیں۔ جیسا کہ اسی پ۲۲ کی آیت رکوع ایک کے پہلے حصہ میں ہے کہ:- يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ پ۲۲۔ رکوع ۱۔ یعنی اے رسولؐ آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس زندگی کے عیش و آرام اور دنیا کی زینتیں، بناؤ سنگار، اچھے اچھے کھانے، قیمتی بھڑکدار لباس اور گھریلو ناز و نعم اور خوشیاں چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو روپیہ پیسہ اور ساز و سامان دیدوں اور تم کو نہایت خوشی اور عزت سے رخصت کر دوں۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ پ۲۲ رکوع ۱۔ سورۂ احزاب۔

Marfat.com

اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت اور خوشنودی چاہتی ہو تو تم میں سے ہر نیک عمل والی کے لئے بہت بڑا اجر مقرر کر رکھا ہے۔ قرآنِ پاک اور اس کی تمام شرحوں، حدیثوں سے ظاہر ہے کہ تمام بیویوں نے دُنیا کی تمام لذّتوں اور آراموں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت، فرمانبرداری اور حضورِ اکرمؐ کی اطاعت، دین کی تبلیغ واشاعت ہی کو پسند کیا۔ اور اُن سے یہ عہد بھی لے لیا کہ یہ نیکی تمھاری عارضی نہیں ہوگی بلکہ دائمی ہوگی اور جو بھی اس کے خلاف کرے گی اُس کو ڈبل، دوگنی سزادی جائے گی۔ اور رسوا کی جائے گی۔ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۔ پ۲۲۔ رکوع ۱۔

یعنی اے نبی رؤف الرحیمؐ کی پاک بیویو! تم میں سے جو کوئی بھی، کوئی نازیبا تہذیبِ اسلامی اور طریقۂ محمدیؐ کے خلاف حرکت کرے گی اس کو دوگنا عذاب کیا جائے گا۔ اور اللہ چونکہ سب کا مالک اور خالق اور حاکمِ مطلق ہے اُس کے لئے نیکیوں کا زیادہ بدلہ دینا اور بدیوں کی ڈبل سزا دینا بھی آسان ہے۔ کوئی روکنے اور منع کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر تم کو یہ سب منظور ہے اور تمھاری دلی خواہش بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اُس کی اطاعت ہے اور اپنے دل کی گہرائی اور صداقت سے نیکیاں پسند کرتی ہو تو تم کو اجر بھی ڈبل ملے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ:۔ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا۔ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ پ۲۲۔ رکوع ۱۔ اور اے نبی کریمؐ کی بیویو! تم میں سے جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اُس کو دوگنا اجر دیں گے۔ اور ہمارے ہاں اس کے لئے پاک اور بہتر رزق ہے۔ اے نبی کریمؐ کی بیویو تم دنیا کی دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پورے طور سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو تو (شریعت) کے متعلق نرمی وغیرہ رعایت سے باتیں نہ کرو کیونکہ بعض جن کے دلوں میں (شریعت کے مسائل کے متعلق شکوک ہیں) مبہم اور غیر مفصل رہ جانے کی آرزو کرتے ہیں (تاکہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنالیں) اس لئے تم بالکل صاف اور ٹھوس مسائل بیان کرو۔

نکتۂ مفیدہ۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرمؐ کی بیویوں کو تمام دُنیا کی عورتوں

Marfat.com

پر فوقیت اور بزرگی عطا فرمائی ہے اور یہاں تک فرمایا کہ تم دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہو کہ کوئی عورت بھی تمھارے مثل اور برابر اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور بزرگی میں نہیں ہے۔ اور دوسری آیت میں ان کو امہات المومنین بھی فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ ازواجِ مطہرات قیامت تک آنے والوں کی دینی اور روحانی مائیں ہیں۔ اور جب حضورِ اکرمؐ کی ازواج مطہرات بے مثل اور بے نظیر ہیں اور عورتوں میں کوئی ان کی برابری کا نہیں تو پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابری کس طرح ممکن ہو سکتی ہے۔ بس جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرآنِ کریم کو سمجھنے یا اس سے مسائل نکالنے کا دوسرے انسانوں کو بھی ایسا حق ہے جیسا کہ حضور کو تھا۔ اس نظریہ اور خیال کے اظہار سے ان کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ حضورِ اکرمؐ کی برابری کے مدعی ہیں۔ آیت مذکورہ کی رو سے ان کا یہ خیال اور عقیدہ قرآنِ کریم کے بالکل خلاف بلکہ قرآنِ کریم کی توہین ہے۔

حضورِ کریمؐ کے بارے میں قرآنی عقیدہ

یہ ہے کہ کوئی انسان بھی ان کی بشریت میں اس لئے شریک نہیں کہ آپ پیدائشی نبی ہیں۔ یعنی آپ کی بشریت شرفِ نبوت سے کبھی اور کسی آن بھی منفک (جدا) نہیں ہوئی۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔ یعنی اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ یقیناً میں تمھارے جیسا بشر نہیں ہوں۔ مجھ پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔ جس سے تم محروم ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ پ۲۶۔ رکوع ۱۳۔ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے کلام میں سبقت نہ کیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ پھر فرمایا:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ پ۲۶۔ رکوع ۱۳۔ سورۂ حجرات۔ یعنی اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے اونچا نہ کرو اور نہ ان کو زور سے پکارو جس طرح کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو (ڈر ہے) کہ تمھارے تمام کام بے کار اور عبث ہو جائیں

Marfat.com

اور تم کو پتہ بھی نہ چلے۔

ناظرین! آپ نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کو تمام انسانوں کے مقابلے میں کیا خصوصیت ہے۔ کہ دوسرے بشر، انسان کی طرح آپ کو پکارنا اور آپؐ کے سامنے زور سے کلام کرنا بھی تمام نیکیوں کے مٹانے والا گناہ ہے۔ بلکہ آپ کا ادب کرنا ہی ایمان کی شرط ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

نبی کریمؐ کا ادب ہی ایمان ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ پارہ و رکوع مذکور۔ یعنی یقیناً وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور بہت ہی بڑا اجر ہے۔ اور یہاں تک آنحضرتؐ کی تعظیم مدنظر ہے کہ آپ کے دروازوں پر آواز دینا بھی گوارا نہیں اور ایسے پکارنے والوں کو بے عقلی کی سند دی جاتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ہ۔ یعنی بے شبہ جو لوگ آپ کو اے نبیؐ آپ کے مکانوں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ بے وقوف ہیں۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ پ۲۶۔ رکوع ۱۳۔ سورہ حجرات۔ یعنی کاش وہ لوگ اے نبیؐ آپ کو نہ پکارتے اور صبر کرتے۔ یہاں تک کہ آپؐ خود ہی مکان سے باہر تشریف لے آتے تو ان لوگوں کے لئے بہتر تھا۔ (اگر یہ اس بے ادبی سے توبہ کرلیں) تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحیم ہے۔

کیا رسول اللہ تمام انسانوں جیسے انسان تھے؟

مفسرین نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ۔ کی تفسیر بھی کی ہے۔ کہ اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ میں فرشتہ یا جن نہیں یقیناً انسان ہی ہوں۔ میں جو کچھ کہ دوں گا وہ بنی نوع انسان کی درستی کا باعث ہوگا۔ چونکہ میں تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے آیا ہوں۔ لیکن حضور اکرمؐ کو من کل الوجوہ

Marfat.com

دوسرے انسانوں کی طرح سمجھنا یہ خاص کفار و مشرکین ہی کا طریقہ اور قول تھا۔ رسولؐ کے قدردان اور سچی شناسا نظر رکھنے والوں نے بشر نہیں کہا۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَمَّا رَاَیْنَہٗٓ اَکْبَرْنَہٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ۔ پ۱۲۔ رکوع ۴۔ سورۂ یوسف۔ یعنی مصر کی عورتوں نے جب حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو ان کو بہت بڑا سمجھا۔ اور اپنے ہاتھوں کو (ان کے حسن و جمال سے حیران ہو کر) کاٹ ڈالا اور کہا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ انسان نہیں ہے۔ یہ تو بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو ویسا ہی رہنے دیا اور اس کی تردید یا تکذیب بھی نہیں فرمائی تو پھر آنحضرت خاتم الانبیاءؐ ہیں آپ میں تمام ظاہری اور باطنی خوبیاں بدرجۂ اتم تھیں۔ ؎

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اب کفار کے اقوال بھی دیکھئے۔ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا۔ پ۱۲۔ رکوع ۳۔ سورۂ ھود۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کے سردار کافروں نے کہا کہ ہم تمکو اپنی برابر بشر۔ انسان ہی سمجھتے ہیں۔ اور پھر ہے کہ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْآ اِذْ جَآءَھُمُ الْھُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْآ اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ پ۱۵۔ رکوع ۱۱۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ یعنی لوگوں کو کس چیز نے منع کر دیا کہ ایمان نہ لائیں جبکہ ان کے پاس ہدایت آگئی۔ مگر (یہ خیالِ خام) کہ انھوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ گویا کفار و مشرکین بشر کو رسالت کے قابل نہیں سمجھتے۔ اپنا جیسا انسان سمجھتے۔ اسی لئے دفع دخل مقدر کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرمؐ سے کہلوا دیا کہ میں بشر رسولؐ ہوں جیسا کہ اسی پارہ کے رکوع ۱۰ میں ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب پاک ہے میں صرف بشر رسول ہوں۔ جن یا فرشتہ نہیں ہوں۔ پھر دیکھئے کفار کا قول۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ وَاَتْرَفْنٰھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یَاْکُلُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ مِنْہُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ۔ پ۱۸۔ رکوع ۳۔ سورۂ مؤمنون۔ اور رسولؑ کی قوم کے سرداروں، کافروں نے اور قیامت سے انکار کرنے والوں نے کہا حالانکہ ہم نے ان کو

Marfat.com

دُنیا کا آرام بھی دیا تھا۔ کہ یہ رسول نہیں ہے یہ تو تمھاری طرح بشر ہے۔ تمھاری طرح کھاتا پیتا ہے۔ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۔ یعنی اگر تم اپنے جیسے بشر کی اطاعت کروگے تو نقصان اُٹھاؤ گے۔

یقیناً آج بھی کُفّار و مشرکین کی پیروی کرنے والے لوگ یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت بھی ایک بشر تھے۔ جیساکہ ان کو قرآن کے معنی کرنے کا حق تھا۔ ایسا ہی ہم کو ہے۔ اور اُنکی پیروی اور اطاعت بعض باتوں میں صحیح بھی تھی تو اُن کی زندگی ہی میں تھی۔ اب جبکہ وہ مر چکے تو اُن کی پیروی جائز نہیں ہے۔ خاص کر مُنکرینِ حدیث و قرآن کا یہی ناپاک عقیدہ ہے۔ جس کی تبلیغ وہ حکومتِ پاکستان میں بھی کر رہے ہیں۔ جس کی بُنیاد ہی حضورِ اکرمؐ کے لائے ہوئے قرآن اور آپؐ کے بتائے ہوئے معنی۔ اسوۂ حسنہ پر رکھی گئی ہے۔ اور دیکھئے کفار کا مقولہ۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ پ۲۷ رکوع ۹۔ سورۂ قمر۔ یعنی قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا اور کہا کیا ہم اپنے جیسے ایک بشر کی پیروی کریں۔

ناظرین کرام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور اطاعت قیامت تک آنے والوں پر رسولؐ اور نبی خاتم الانبیاء ہونے کی حیثیت سے فرض ہے۔ آپؐ کو اپنا جیسا بشر سمجھ کر کافروں کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

رسول اللہؐ کے گھر والوں کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ پ۲۲۔ رکوع ۱۔ سورۂ احزاب۔ یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں اللہ تعالیٰ تم کو ہر بُرائی سے دُور رکھنا اور تم کو تمام قسم کی بشری کمزوریوں سے پاک رکھنا چاہتا ہے۔ ناظرین جب حضورِ اکرمؐ کے گھر والوں کی برابری کی بھی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا تو پھر حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ گرامی تو بالکل بالا تر ہے اور فضیلت اور بزرگی کی وجہ بھی آگے بیان فرمادی۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

Marfat.com

وَالْحِکْمَۃِ - پارہ ۲۲ رکوع مذکورہ - یعنی تم لوگ اُس کلام پاک کو یاد رکھو اور اس کے معنی مطالب کو بھی جو رسول اللہؐ تمام حکمتوں اور باریکیوں کے ساتھ عمل میں لاتے رہتے ہیں۔ سبحان یہ شرف اور بزرگی کس کو نصیب ہو سکتی ہے کہ اس کے مکان میں قرآن شریف نازل بھی ہوا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے اس کی تمام حکمتیں عملی صورت میں بیان بھی ہوتی رہتی ہوں۔

ناظرین کرام یہاں بیوت۔ بہت سے گھر۔ یعنی ازواج مطہرات اور بیٹیوں کے مکانات بھی قرآن کریم کے اترنے کی جگہ تھے۔ اور اس کی تمام حکمتوں کی عملی برکتوں یعنی حضور کے اُسوۂ حسنہ کی زیارت اور اُن کی مشق سے سرفراز تھے۔

حضورِ اکرمؐ کی ازواجِ مطہرات کی خصوصیت

فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ ط وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُھٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا ط کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کی جانوں کے مقابلے میں افضل ہیں اور نبی کریمؐ کی بیویاں ایمانداروں کی مائیں ہیں۔ اور اُن کے رشتہ دار بھی تمام ایمانداروں اور مہاجروں سے افضل ہیں۔ یہ حکم کتاب اللہ قرآن کریم کا ہے۔ ہاں تم اپنے احباب سے نیکی کرو۔ اور یہ باتیں اور اصل فیصلے لوح محفوظ میں لکھے ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖٓ اَبَدًا ط اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا۔ پ ۲۲۔ رکوع ۴۔ سورۂ احزاب۔ یعنی اے مومنو! تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو دکھ دو۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کی بیویوں سے اُن کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی بڑا اور مہتم بالشان ہے۔

اب ہر عقلمند مومن اللہ تعالیٰ کے ان واجب العمل احکامات پر عمل کر کے حضور اکرمؐ، اُن کی ازواجِ مطہراتؓ اور رشتہ داروں کی فضیلت اور بڑائی و امتیاز کو ملحوظ رکھے۔ اُن کی برابری کا کسی طرح بھی دم بھرنا اور اپنے کو اُن جیسا سمجھنا بدترین گمراہی اور قرآن کریم

Marfat.com

نی کتابِ محفوظ کی بدترین توہین ہے۔

قانون، یعنی انسانوں کے لئے اٹل فیصلے

صرف اللہ تعالیٰ ہی جاری فرما سکتا ہے چونکہ وہ سب کا خالق، مالک اور ان کے تمام فائدوں
نقصانات کا عالم مطلق ہے۔ یہ بات جج صاحب نے بھی کہی ہے اور منکرینِ حدیث
رآن بھی کہا کرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ یعنی حکم اور قانون
ف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں صرف قرآن کریم ہی سے ہر عنوان کو زینت دی ہے۔ حضورؐ
اتباع، اطاعت اور اُن پر ایمان لانے والے صحابہؓ و اہلِ بیت مہاجرین و انصار کے نقشِ قدم پر
لنے کے احکام بھی قرآن کریم سے لکھے ہیں۔ جس طرح جسٹس محمد شفیع صاحب نے میری موجودگی میں
ن عقیدہ کا یعنی مومن ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اسی طرح اُن منکرینِ حدیث اور مخالفینِ اسلام کو قرآن کریم
، مذکورہ احکام پر عمل کر کے اپنے ایماندار ہونے کا اقرار کرنا چاہئے اور اگر وہ مومن اور مسلمان نہ بننے
نسم ہی کھا چکے اور چودہ سو برس کے بزرگانِ دین کی مخالفت کا کسی حلیف سے وعدہ کر چکے ہوں تو
از کم معقولیت پسندی کی راہ پر گامزن ہو کر اپنی آدمیت ہی کا ثبوت پیش کریں۔

یہ بدترین جرم اور فریب کاری ہے

کہ وہ قرآنِ کریم جیسی متبرک کتاب کو اپنی نفسانی اور شیطانی خواہشات کے سانچے میں ڈھال کر
لانے کی جدوجہد کرتے ہیں اور اس برکت والے دینِ اسلام کو جو دُنیا کی ہدایت کے لئے آیا ہے اپنے
پاک بے ہودہ اور گندے ترین خیالات سے تراشے ہوئے معنی پہناتے ہیں۔ شریف حکومتیں اور
ک جرائم اور بدکاریوں کو روکنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر ان عقل کے اندھوں پر افسوس ہے کہ جرائم
و نسبت و نابود کرنے والے قرآن کریم اور اس کے صحیح مطالب اور مفہوم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
لے اسوۂ حسنہ یعنی صراطِ مستقیم ہی کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں۔ ہر عقلمند خاص کر حکومتِ وقت کا
ہم ترین فرض ہے۔ کہ ان گناہوں کے پھیلانے والوں یعنی چودہ سو سالہ دینِ اسلام سے نفرت دلانے
والوں سے پاکستان کو پاک کرے اور تمام مومنین کی روحوں پر کاری ضربیں لگانے والے سفاک

Marfat.com

ظالموں کو صفحۂ پاک سے مٹا دے۔

یہ دانائی کے دشمن، دین و ایمان کے ڈاکو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہل بیت اصحابہؓ اور اُن کے اُن برگزیدہ بزرگوں کے خلاف طریقے پھیلاتے ہیں جن بزرگوں کی تعریف اور فضائل اور مطاع ہونے کے احکام سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے۔ اور ان جاہلوں کے پاس کسی دینی اسلامی دارالعلوم تک کی بھی ایک سند نہیں ہے۔ یہ اپنے شیطانی ترجموں کو قرآنِ کریم سے چسپاں کر کے اور دُنیا کی آنکھوں میں دُھول جھونک کر ہزاروں روپے کما رہے ہیں۔ یہ متفنی، حکومتِ اسلامیہ پاکستان میں حکومت کی توہین بلکہ کمزوری کا بدترین سبب ہیں۔

حضرت رسول اللہؐ کو خدائے تعالیٰ نے قانون ساز بنا کر بھیجا ہے

اور اپنے برگزیدہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منت و سماجت اور حسرت بھری دُعاؤں سے بھیجا ہے کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ پ۱۔ رکوع ۱۵۔ سورۂ بقرہ۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا ہے کہ اے ہمارے رب (بنی اسماعیل) میں نہایت مرتبے والا رسول اُنھیں میں سے بھیج جو اُن کے سامنے تیری آیتیں پڑھے۔ (یعنی تیری طرف سے نبوت کی نشانیاں دکھائے) اور ان کو تیری کتاب، قرآنِ کریم کی تعلیم دے۔ اور اس کی باریکیاں اور مسائل سکھائے۔ اور ان کو تمام گناہوں اور جرموں سے پاک کرے۔ اے رب یقیناً تو بہت بڑا عالم اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس دُعا کو اِسقدر پسند فرمایا کہ اس کی مخالفت یعنی نبی کریمؐ کی تعلیم و تربیت اور اُن کی بتائی ہوئی پاکی کے طریقوں سے پھرنے والے کے متعلق یہ سزا مقرر کر دی کہ وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ط وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا۔
یعنی جو ابراہیم علیہ السلام کے اِس طریقِ فیوض نبی کریمؐ سے محروم یا روگرداں ہو، وہ بدترین احمق ہے۔
آپ کو اِس آیۂ کریمہ سے معلوم ہو گیا کہ دُنیا کی ہدایت اور قرآنِ کریم اور اس کے مسائل کی تعلیم اور گناہوں سے پاک کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیدائش کے لئے

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف سفارش ہی نہیں کی بلکہ درخواست کی اور اللہ تعالیٰ نے اس درخواست پر اپنے حبیب خاتم المرسلین ؐ کو اُنھیں مذکورہ صفات کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ۔ پ۴ ۔ رکوع ۸ ۔ سورۂ آل عمران ۔ یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت ہی بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں بڑی شان والا رسول ؐ انھیں میں سے پیدا کیا ۔ جو اُن کو اللہ کی نشانیاں دکھاتا ہے اور اُن کو پاک کرتا اور اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔ اگرچہ وُہ لوگ اُس سے پہلے بد ترین گمراہی میں تھے ۔ اور پھر فرمایا ۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ۔ پ۲۸ ۔ رکوع ۱۱ ۔ سورۂ جمعہ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بے پڑھوں میں بڑی شان والا رسول ، اُنھیں میں سے مقرر فرمایا جو اُن پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر کرتا ہے اور اُن کو تمام گناہوں سے پاک کرتا ہے ۔ اور اُن کو کتاب قرآنِ کریم کی تعلیم دیتا ہے اور اس کی باریکیاں اور تمام مسائل سکھاتا ہے ۔ اگرچہ وہ لوگ اس سے قبل بالکل کھلی گمراہی میں تھے ۔

ناظرین آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں بتانے اور گناہوں سے پاک کرنے اور قرآنِ کریم کی تعلیم اور تمام حکمتیں سکھانے کا منصب عہدہ حضورِ اکرم ؐ ہی کو عطا فرمایا ہے ۔ اور اُس وقت کے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور حکمرانی کرنے کا ہی سہرا آپ کے سر پر مُزیّن نہیں بلکہ قیامت تک آنے والوں کو تعلیمِ قرآن و مسائلِ قرآن اور تزکیۂ جسم و روح بھی حضورِ اکرم ؐ ہی کے ذریعہ حاصل ہوتی رہے گی ۔ جیسا کہ فرمایا ۔ وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ۔ پ۲۸ ۔ رکوع ۱۱ ۔ یعنی اور دوسرے تمام لوگوں کے لئے بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کا مالک ، خالق اور ان کی نجات کے اسباب پیدا کرنے والا ہے ۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری اور آپ کی نبوّت اللہ تعالیٰ کا اس کے بندوں پر بہت ہی بڑا

Marfat.com

فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں سے اسکا شکریہ چاہتا ہے

جیساکہ فرماتا ہے کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ٥ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۔ پ۲ ۔ رکوع ۲۔ سورۂ بقرہ۔

یعنی اے انسانو! جس طرح میں نے تم میں ہی سے بڑی شان والا رسولؐ بھیجا ہے جو تم پر میری نشانیاں ظاہر کرتا ہے اور تم کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب قرآنِ کریم اور اس کے تمام مسائل سکھاتا ہے اور وہ تمام باتیں بتاتا ہے جو تم کو معلوم نہیں تھیں۔ پس تم میرا ذکر (اس کے بتائے ہوئے طریق سے) کرو تو میں بھی تمھارے اوپر نظرِ رحمت فرماؤں گا۔ اور تم میری اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر کرو۔ ناشکری کفرانِ نعمت نہ کرو۔

ناظرین آپ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاداتِ گرامی دیکھ لئے جن میں حضورِ اکرمؐ کو معلّمِ قرآن اور کی پاک کرنے والا اور مسائلِ قرآنی سکھانے والا فرمایا گیا ہے۔ اب انصاف کیجئے کہ گناہوں سے پاکی اور قرآنِ کریم اور اس کے مسائل اور باریکیوں کا علم حضورِ اکرمؐ کی شاگردی کے بغیر کس طرح آسکتا ہے؟

الحاج میاں محمد اسحاق حنیف و شیخ عبدالرؤف و خواجہ محمد صادق صاحبان

اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ منکرین حدیث کی اصلاح اور ہدایت چاہتے ہیں تو ایک بڑے منکرِ حدیث مولوی ابراہیم صاحب جو وکیل بھی ہیں، گھوڑا ہسپتال کے پاس رہتے ہیں۔ اگر آپ اُن کو راہِ راست پر لے آئیں تو ہم آپ کو مبلغِ اسلام مان لیں گے۔

میں نے کہا ہدایت تو خدائے وحدہٗ لاشریک کے قبضے میں ہے۔ مگر کوشش میرا فرض ہے۔

چنانچہ میں مولوی ابراہیم صاحب کے پاس گیا۔ وہ میری تمام کتابیں پڑھ چکے تھے سمجھ گئے۔ کہنے لگے مولانا میں چالیس۴۰ سال سے قرآنِ کریم کی تلاوت، تحقیق اور ریسرچ کر رہا ہوں۔ آپ

مجھے حدیث کا سبق کیا سناتے ہیں؟ میں نے کہا کہ لاکھ برس بھی آپ معلّمِ قرآن کی پیروی کیے بغیر ریسرچ کریں تو ایک لفظ کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکتے؟ کہا کیوں؟ میں نے کہا، میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم، اے۔ اور لا کی کتابیں گھر میں پڑھی تھیں یا سکول کالجوں میں استادوں سے؟ کہا کالجوں میں استادوں سے ہی پڑھی تھیں۔ میں نے کہا جب ایک انسان کی بات بھی آپ استاد کے بغیر نہیں سمجھ سکے تو پھر اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر استاد کے کیسے سمجھ سکیں گے۔ تو پُرانے خرانٹ وکیل یا بیرسٹر کہنے لگے قرآن تو تمام انسانوں کے لئے آیا ہے اس کو سب سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا اگر سب سمجھ سکتے تو پھر اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلّمِ قرآن اور مزکی بنا کر کیوں بھیجتا؟ اور میں نے کہا قرآن ہی کا علم آپ کو اُن کے ارشاد حدیث شریف کے بغیر ممکن نہ تھا۔ میں نے کہا ذرا یہ تو فرمائیے کہ حضرت جبرئیل کن لوگوں کے پاس آتے تھے اور کتنے آدمیوں کے سامنے انھوں نے حضورؐ کو قرآن کریم دیا تھا۔ کہنے لگے مولانا قرآن کریم ایک بار نہیں آیا۔ چند بار تھوڑا تھوڑا اترا ہے۔ میں نے کہا بے شک مگر یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کلام خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ کس پر اترا؟ تو آنکھیں نیچی کر کے کہا حضورِ اکرمؐ پر اترا اور حضور نے ہی فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ میں نے کہا پھر یہ کس کی بات تھی جس کے ذریعہ سے قرآن کا علم ہوا؟ کہا حضورؐ کی۔ میں نے کہا حضورؐ کی بات یا ارشاد کو کیا کہتے ہیں؟ کہا حدیث۔

میں نے کہا بس حدیث ہی کے طفیل دُنیا کو کلامِ خُدا کا علم ہوا۔ اور حضورؐ کی ذاتِ گرامی کے طفیل میں قرآنِ کریم اُترا۔ تو پھر حضورؐ کے بغیر آپ قرآنِ کریم کو بھی نہیں جان سکے تو اس کے معنی کو کیسے جان سکتے ہیں۔ کہنے لگے مجھے کل انڈیا جانا ہے۔ انشاء اللہ آکر باتیں ہوں گی۔ میں نے کہا آپ کیمرج جائے اور طریقۂ مفرِ تلاش کیجئے تو بھی ممکن نہیں تو کہا آج میں آپ کی گفتگو سے بہت محظوظ ہوا۔ میں شکریہ السلام علیکم۔

مژدۂ شادمانی

غالباً تین چار ماہ کے بعد وہی چاروں محبانِ اسلام جنھوں نے مجھے مولوی ابراہیم صاحب کی

Marfat.com

طرف بھیجا تھا بعدِ مغرب میرے جھونپڑے پر تشریف لائے۔ میں بہت خوش ہوا میں نے تشریف رکھنے کو کہا۔ فرمایا ہم تو آپ کو مبارک باد دینے کو آئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوشش کو قبول فرمایا اور مولوی ابراہیم صاحب نے میو ہسپتال میں ہمارے سامنے وصیت نامہ میں لکھوایا ہے کہ میں حدیث کو دین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ہادیٔ صراطِ مستقیم اور مُعلّمِ قرآن مانتا ہوں۔ اور میرے جنازے میں کسی مُنکرِ حدیث کو شریک نہ کیا جائے۔ میں نے کہا الحمد اللہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور آپ حضرات ہی کے نامۂ اعمال میں اس کا ثوابِ عظیم درج ہوگا۔ کیونکہ آپ ہی حضرات نے مجھے اُن کا پتہ دیا تھا۔

برادرانِ اسلام سے درخواست

اگر کہیں کوئی شخص اسلامی قانون یا نظامِ اسلامی پر مُعترض یا حدیثوں اور چودہ سو سالہ مسلمانوں کے طریقوں سے برگشتہ ہو تو مہربانی فرما کر آپ ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ مجھے اطلاع دیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے مُنکر کو پانچ منٹ میں راہِ راست نصیب ہوگی۔

اب ہم قرآنِ کریم سے یہ ثابت کریں گے کہ بنی نوع بلکہ جنوں کے لئے بھی مکمّل ضابطۂ حیات وموت بنانے کا کلّی اختیار اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کو عطا فرمایا اور حرام و حلال کرنے کا پورا اختیار دیا ہے اور پھر یہ بھی فرما دیا کہ جو آپ کے حرام اور حلال کئے پر ایمان نہیں لاتا وہ کافرِ مطلق اور بدترین گمراہ ہے۔ اگرچہ یہ چیز ضمناً آیاتِ مذکورہ بالا سے بھی ظاہر ہے۔ چونکہ قرآنِ کریم کی تعلیم اور مسائلِ قرآنی ذہن نشین کرانے اور لوگوں کو پاک کرنے کے طریقوں کو تجویز کرنا اور احسن طریق سے اُن کا نفاذ و اجراء بھی آپ کی منشاء پر تھا۔

نبی کریمؐ کے حرام اور حلال کئے ہوئے پر یقین کرنا ہی ایمان ہے

فرمایا خالق و مالکِ کُل اللہ تبارک وتعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ

Marfat.com

يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ - پ۹ - رکوع ۹ - سورۂ اعراف - یعنی اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے وہی ہیں جو رسولِ کریمؐ نبی اُمّیؐ پر ایمان لا کر ان کی پیروی کرتے ہیں اور اِن نبیِ اُمّی کا ذکرِ مبارک (یہود و نصاریٰ کی توریت اور انجیل میں بھی لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔

برادرانِ اسلام خصوصاً آج محمد شفیع اور دیگر وہ حضرات بھی غور کریں جو کہتے ہیں کہ حضور تو فقط قرآن لے کر آئے اور دے کر چلے گئے۔ اب لوگوں کو اپنی عقلوں سے معنی نکالنے کا حق ہے کیونکہ مذکورہ آیت میں قرآنِ کریم پر ایمان لانے کی علامت نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور پیروی ہی ہے۔ یعنی جو حضورِ اکرمؐ کی پیروی نہیں کرتے وہ قرآنِ کریم پر ایمان لانے کے دعویٰ میں بالکل جھوٹے اور کاذب ہیں۔ یعنی ڈبل گنہگار ہیں۔ ایک قرآنِ کریم پر ایمان نہ لانے کے اور دوسرے جھوٹ بولنے کے۔ اور رسولِ کریمؐ کے ساتھ نبی اُمّی بھی فرما دیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ وہ کسی انسان یا جن کے پڑھائے ہوئے نہیں بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے شاگردِ رشید ہیں۔ جو خدائے تعالیٰ کی منشاء اور مقصد سے پورے واقف ہیں۔ اسی لئے اُن کا ذکر پہلی آسمانی کتابوں میں بھی بشارت کے طور پر کیا گیا تاکہ اُن پر ایمان لا کر اُن کی فرمانبرداری کو لازم سمجھا جاتا رہے۔ گویا تمام انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت (نبی ہونے) کا مژدہ سنانا تھا۔

آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے حاکمِ مختار بنایا

چونکہ فرما دیا يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ - یعنی نبی کریمؐ اُن انسانوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اُن کو تمام اچھے اور بُرے کاموں کا علم کامل طور سے عطا فرما دیا کہ اُن کے اوامر کی تحسین فرمائی اور ان کے نواہی کی توثیق فرما دی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ "ان نبی کریمؐ کے احکام ایسے ہی ہیں جو تمام قسم کی خوبیوں اور فوائد سے پُر ہیں اور جن کاموں کو وہ منع فرماتے اور روکتے ہیں یقیناً وہ تمام کام مضر اور تکلیف دہ اور گھنونے ہیں"۔ یہ قرآنِ کریم کی آیت ہے۔

Marfat.com

اب ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں وہ دشمنانِ عقل و سمجھ جو کہتے ہیں کہ حدیثوں یعنی رسول اللہ صلعم کے احکام اوامر و نواہی کے مجموعوں کو پرکھنا اور ریسرچ کر کے جانچنا ضروری ہے تاکہ کھوٹا کھرا معلوم ہو سکے۔ ہائے بے عقلی اور نادانی کہ اِن کو اللہ تعالیٰ کے مصدقِ رسول اور اُن کے اوامر و نواہی کی صداقت کی وہ شہادت بھی کافی نہیں جو خدا نے دی۔ اب بتائیے کہ ان کو ایمان اور عقل کی رو سے کیا کہا جائے۔ بس یہ امر واضح ہے کہ یہ حدیثوں میں ریسرچ اور قرآن میں غور و فکر کر کے نئے معنی نکالنے والے خدائے تعالیٰ اور اس کے کلام بلاغت نظام کے بدترین دشمن ہیں اور اُن کی غرض یہ ہے کہ تمام دُنیا خدا اور رسول صلعم کے خیال و گمان سے بھی جُدا ہو کر ہمارے ساتھ انگریزوں، عیسائیوں بلکہ روسیوں کی تقلید کرنے لگے۔ اور دنیا میں ہماری گمراہی اور بدکاری کا بھانڈا نہ پھوٹے۔

عقلمندی اور علم کا تقاضا تو یہ تھا

کہ جج، بیرسٹر، وکیل اور برسرِ اقتدار حکام اس نظام اور اس قانونِ موجودہ کی جو ہم پر غالباً ڈیڑھ صدی سے مسلط ہے تطہیر کی طرف توجہ کرتے اور اُس کی شرعی، عقلی اور سماجی خرابیوں کو دُور کرنے کے لئے تحقیق اور ریسرچ کی کسوٹی پر کستے اور اس کے اُن مضر اور مُہلک اثرات سے بندگانِ خدا پاکستانیوں کو نجات دلاتے جن کی خرابیاں ایوب خانی حکومت کی بے انتہا جدو جہد کے باوجود بھی تباہ کاری مچا رہی ہیں۔ برطانیہ کی حکومت سے کہیں زیادہ ڈاکے، اِغوا، لُوٹ مار، زِنا، چوری، قتل و غارت، دنگے فساد۔ بے شرمی بے حیائی۔ تماش بینی، عیاشی، فضول خرچی، ریاکاری، فریب دہی، بے ایمانی، گرانی، خودکشیاں اور آبروریزیاں ظلم و ستم، رشوت ستانی، سود خوری، افلاس و غربت کی فراوانیاں موجود ہیں۔ یہ نظام اور قانون صراطِ مستقیم تو بڑی چیز ہے عقلِ سلیم کے نزدیک بھی قانون کہلانے کے قابل نہیں۔ مگر ہم نے تو آج تک کسی اہلِ قرآن اور حقیقت میں دشمنِ قرآن، منکرینِ حدیث اور ان اسلامی قوانین اور خدائی ضابطوں پر ہرزہ سرائی کرنے والوں سے اور ریسرچ کے طلبگاروں سے کبھی بھی انگشت نمائی پر بھی توجہ کرتے نہیں دیکھا۔ لب کُشائی تو دور کنار ہے خدا کا فضل ہے کہ پاکستان

Marfat.com

کے صدر نے اسلامی نظریات، اسلامی نظام، پاکستان کا بنیادی قرآنی نظام کی چودہ سالہ رٹ کو اپنی ضد اور ہٹ سے صداقت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے اور امید ہے کہ اُن کی مساعی جمیلہ سے یقیناً صحیح اسلامی قانون اور آئین تیار ہو کر فیض بخش ہو گا۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِ اللّٰہِ کی رُو سے امید لگی ہے۔ مگر حقیقت تو سامنے آنے اور نافذ ہونے پر کھلے گی۔

برطانیہ کے زمانے میں تو ہندوؤں کی طرف سے مسجدوں کے سامنے باجے گاجوں اور ذبیحہ گاؤ کی بندش کی آواز بھی ان کے دریائے ایمان میں تلاطم پیدا کر دیتی تھی۔ مگر پاکستانی یعنی اسلامی حکومت میں تو خاص خدائے تعالیٰ اور نبی کریم ؐ کی کھلے بندوں توہین اور قرآن و سُنّت کے مسلمات کے پابند زنجیر ہونے پر بھی اُن کی حمیت جوش میں نہیں آتی۔ گویا پاکستان کیا بنا مسلمانوں کے ضمیر، رُوح، ایمان اور حمیتِ اسلامی سے بھی پاک صاف ہو گئے۔ بلکہ اُلٹے ایمان اور اسلام کے چودہ سو سالہ نظریات بھی خطرہ میں پڑ گئے۔ لاہور ہائی کورٹ کے ججوں کی نوکِ زبان بے تکان یہاں تک جُرأت کرنے لگی کہ قرآن شریف کی تعبیر بہ لحاظِ شانِ نزول یا اُس زمانے کے حالات کے لحاظ سے کرنے کی سعی خطرناک ہے۔

یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے معنی اور مطالب جو شانِ نزول اور اُن پر گزرنے والے حالات کے مطابق کئے ہیں وہ خطرناک ہیں"۔ یہ سطر الفاظ جسٹس محمد شفیع صاحب کے قلم ہیموں رقم کے لکھے ہوئے ہیں جو اُن کے فیصلہ میں موجود ہیں۔

ایک گھناؤنا فریب یورپ زدوں کی طرف سے

جس کا اظہار جسٹس محمد شفیع صاحب نے بھی اپنے فیصلے میں اس طرح کیا ہے کہ قرآنی تعبیر معقول ہونی چاہیے۔ یعنی انسانی برتاؤ کا جو نقشہ ماحول سے متاثر ہو کر مرتب ہوتا ہے قرآنی تعبیر میں اس کا لحاظ رکھا جائے۔ نیز یہ ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ نئے اور غیر

Marfat.com

متوقع حالات مسلسل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ معاشرے کے تقاضے آئے دن بڑھتے جاتے ہیں۔ پس تعبیرِ احکام حالات اور مقتضیات کی روشنی میں ہونی چاہئے۔ یہ فاضل جج صاحب کی عالمانہ اور فاضلانہ فہم وزکاء کا نمونہ ہے۔

میرے نزدیک تو یہ جملے اور دوسرے اسی قسم کے جملے دیوانوں کی بڑسے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ مگر یہ صرف اُن کی اختراع نہیں بلکہ قرآنِ کریم اور نبی رؤف الرحیم ؐ سے جدا کرنے والے روسی ایجنٹوں کی ایجاد ہیں۔ اب بیچارے یہ یورپ کے مقلّد اور خواہشوں کے بندے قرآنِ کریم کو بھی اپنے قبضے اور کلّی اختیار میں لے آنے کی باتیں سنتے یا پڑھتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں کہ قرآن کا کوئی مطلب اور مفہوم مقرر نہیں بلکہ وہ تو ہمارے لئے ایک کھلونا ہے یا گیند ہے کہ جدھر چاہو رُڑ کالو۔ تو یہ اُن روسی ایجنٹوں کی تقلید میں ایسی لادینی بے سروپا، خلافِ عقل باتیں کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ اُن منکرینِ قرآن و دشمنانِ اسلام کے اس نظریہ کی ترجمانی جج صاحب نے یوں فرمائی ہے کہ صحیح اسلامی قانون کی رو سے مسلمانوں کو اپنی توانائیاں (قوتیں) زندگی کو زیادہ مفید۔ زیادہ حسین اور زیادہ خوشگوار بنانے میں صرف کرنی چاہئیں صفحہ نمبر ۲۹ نقل فیصلہ دیکھا آپ نے۔

زمانوں کے تقاضے کیا ہیں

چونکہ آج کل ان یورپ زدوں کی اصطلاح میں زمانہ کہتے ہیں۔ یورپ اور اس کی تہذیب کو اور اس کے تقاضے یہ ہیں جن کا بیان فاضل جج نے اوپر کی سطروں میں کیا ہے۔

حکایت:۔ ایک بہت بڑے کامیاب وکیل جو لاہور کی ہائی کورٹ کے مقدمات میں وکالت کرتے ہیں مجھ سے فارسی پڑھتے تھے۔ مگر نمازی بھی تھے۔ نماز ایسی جلدی پڑھتے تھے کہ سترہ رکعت میں زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ لگتے ہوں گے۔ وہ ایران کے سفر کی تیاری کے خیال سے فارسی پڑھتے تھے۔ ایک روز کہنے لگے مولانا ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اگر ناگوار نہ ہو تو بیان کیجئے۔ میں نے کہا جو کچھ مجھ کو علم ہوگا عرض کر دوں گا۔ کہنے لگے جس طرح یورپ میں اکثر و بیشتر لوگ سکول اور کالجوں کی طالبات سے پیار و محبت کے تعلقات قائم رکھتے ہیں

Marfat.com

اگر ہم بھی ایسا کریں تو جائز ہے ؟ میں نے کہا یہ تو آپ اپنے دل ہی سے پوچھ لیجئے ۔ کیونکہ اللہ رکھے آپ کی بہن خود ایک سکول کی طالبہ ہیں ۔ اگر کوئی آپ کے نظریہ کے مطابق اُن سے تعلقات قائم کرنے کا خیال کرے اور آپ کو اس کا علم ہو جائے تو کیا آپ اس کو برداشت کریں گے ؟ تو فرمایا میں اُس سالے کو زندہ زمین میں گاڑ دوں گا ۔ تو میں نے کہا کہ وہ طالبات جن سے معاشقہ کے جواز پر آپ فتویٰ لینا چاہتے ہیں وہ بھی تو کسی کی بیٹی اور کسی کی بہن ہیں ۔ تو بہت نادم ہوئے اور کہنے لگے کیا وہ لوگ جو ایسا کرتے ہیں اپنی بیٹیوں اور بہنوں پر شرم نہیں کرتے ؟ میں نے کہا اگر اُن میں حیا ہوتی تو اس طرف اُن کا خیال بھی نہیں جا سکتا تھا ۔

یہ ہیں وہ زمانے کے تقاضے

جن کو قرآنِ کریم سے پورا کرانا چاہتے ہیں ۔ کس قدر ظلم و ستم اور بد ترین جہالت ہے کہ آدمی اپنی عیاشی ، نفس پرستی ، شہوت کے لئے کلامِ خداوندی کو اپنا مددگار اور معاون ۔ یعنی اُن خرافات کے جواز کی اصل ٹھرائے ۔ میں نے بڑے بڑے جاہل سفاک ، بے حیا عیاش دیکھے ہیں ۔ مگر وہ اپنے کو گنہگار سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ ہمارے خدائے قدوس نے ان تمام نجس اور ناپاک کاموں کو اپنے پاک کلام میں منع فرمایا ہے ۔ ہم ہی بُرے ہیں جو اُس کے کلام پر عمل نہیں کرتے ۔ مگر یہ یورپ اور اُن کے بے عقل مقلد اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے میں اسقدر آزاد ہیں کہ خدائے تعالیٰ اور اس کے کلام کو بھی اپنا غلام بنانے میں اپنی ترقی سمجھتے ہیں ۔

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شراب پینا ، لوگوں کی بہو بیٹیوں سے عشق بازی کرنا ، غیر عورتوں کے ساتھ رلیپٹ کے ناچنا ، آزادی کے ساتھ ان سے تخلیہ میں ملنا جُلنا اور اپنے عیش و آرام اور عیاشی کے لئے دولت کمانا ۔ غریبوں کے گلے کاٹ کر دنیا کا مال دولت اپنے قبضے میں کر لینا ، سوُر کھانا ، زنا کرنا ، ناچنا کودنا ، سوُد لینا اور تمام وہ حرام کام جو یہ کرتے رہتے ہیں بے روک ٹوک کرتے رہنا ہی آزادی اور ترقی اور خوشگوار زندگی ہے ۔ یہ جائز ہو جائے ۔

آپ نے بسوں میں ریلوں ، جہازوں بلکہ موٹروں میں بھی ایسے اشتہارات تقسیم ہوتے دیکھے ہوں گے جن کی سرخی ہوتی ہے ”خوشگوار زندگی“ ”خوشگوار زندگی کا راز“ یہ تمام خوش گواریاں ہی تو

Marfat.com

ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تخیّل تک سے بیزار کر رہی ہیں۔ اپنی من مانی حکومت کے جواز کے لئے اُنھوں نے مرکزِ ملّت اور نظامِ قرآن کی رٹ لگا رکھی ہے۔ نعوذ باللہ ان کے ناپاک عزائم اور بدمعاشی کے تمام ہتھکنڈے قرآنِ کریم کے معنی اور ترجموں کے نام سے دُنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔

اسلام یعنی نبی کریمؐ کے طریقے ہی ترقی کا اصلی ذریعہ ہیں

جن کو چودہ سو سالہ اسلامی نظام اور اسلامی تاریخ اور سچّے حرفت، مفید ترین ایجادات، کائنات، زراعت، معدنیات اور خلا، ملا، بلکہ کائنات پر حقیقی تصرفِ خداداد کے جلوے مسلمانوں ہی نے دکھائے ہیں اور اس وقت بھی تمام امور مفیدۂ عالم میں اُن کا پلّہ بھاری ہے۔ یہ ہیں قرآنِ کریم اور نبی رؤف رحیم کے ارشادات کے کرشمے یا معجزے۔ حضورِ اکرمؐ نے عرب جیسی اقوام کو چند دنوں میں ہی تمام عالم کا سردار بنا دیا اور خدا کے فضل سے جن کو حضورِ اکرمؐ کے مبارک طریقوں کی پیروی کی دولت ملی ہے وہ اب بھی اخلاقی، ذہنی، تجارتی، صنعتی، اقتصادی ترقیوں کے اوج پر گامزن ہیں۔ اسلام ہر فن اور ہنر کی اور علم کی بہترین شکلیں پیش کرتا ہے۔

ہاں اسلام کی روح خاتم المدبرینؐ

ریا، نمود، فضول اور دنیا کو ہلاک کرنے اور پستی میں ڈالنے والے کاموں سے منع فرماتے ہیں۔ مکر و فریب کی چالوں سے بلکہ دوسروں کو دُکھ دے کر عیش و آرام کرنے کو بھی حرام فرماتے ہیں۔ اور وہ کتابیں توریت، زبور، انجیل اور دوسرے صحائف جو حضورِ اکرمؐ کی اور آپؐ کے دینِ مبارک اور آپؐ کے فرمانبرداروں کی برتری کی خبر دینے کے لئے نازل ہوئے ان میں بھی مذکورہ کاموں سے نفرت دلائی گئی ہے۔

آج کل کے روسیوں اور خدا کے دین کی مخالفت کرنے والوں نے جو ایجادات ایٹم بم وغیرہ کی ہیں وہ یقیناً بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات کی تباہی کا باعث ہیں چونکہ یہ بے شعور نفس پرست انسانوں کے ذہنِ نجس اور ادراکِ ناقص کی پیداوار ہیں۔ جو عقل مندوں کے

Marfat.com

نزدیک ناقابلِ تقلید ہیں۔ فاضل جج نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ فطرتِ انسانی ہر جگہ ایک ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو ناقص البنیان بنایا ہے اور انسان کی قوتِ مدرکہ بھی بیحد کمزور ہے۔ یہ جج صاحب کے فیصلے کی نقل صفحہ نمبر ۲۳ کے جملے ہیں۔ مجھے اسی وجہ سے تعجب ہے کہ جج صاحب کے قلم نے اس ناقص اللسان کو قرآنِ کریم میں قطع و برید اور معنے تروڑنے کی اجازت پر کس طرح جسارت کی۔ غالباً انھوں نے اپنے ماحول سے مرعوب ہو کر اپنے ضمیر کے خلاف لکھ مارا۔

قرآنی احکام کی اہمیّت

درانہ جج صاحب نے اپنے فیصلہ میں اپنا دینی نظریہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ منصبِ قانون سازی خدا اور صرف خدائے بزرگ و برتر ہی کو حاصل ہے۔ آدمؑ کے وقت سے لیکر خدائے تعالیٰ اپنے احکام پیغمبروںؑ اور مرسلین کے ذریعے انسانوں تک پہنچاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جبکہ مشیتِ خدائے علیم و خبیر نے مناسب سمجھا کہ انسانوں کے لئے ایک قطعی اور آخری قانون مرتب کر دیا جائے۔ چنانچہ بنی نوع انسان کے لئے یہ قانون نبی اکرمؐ پر وحی کے ذریعہ نازل کر دیا گیا جسکو یا تو فوراً حفظ کر لیا جاتا تھا۔ یا کتابت کر لی جاتی تھی۔ یہ وحی ایک کتاب کی شکل میں جمع ہوئی جسے قرآنِ پاک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے بعد تمام نوعِ انسان، مردوں، بچّوں کے افعال و اعمال پر اُنہی احکامِ خداوندی کی رو سے کنٹرول ہونا تھا جو قرآن شریف میں مدوّن ہیں۔ یہی احکام بتاتے ہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ اور ناپسندیدہ کیا ہے، جائز کیا اور ممنوع کیا ہے۔ ممدوح کیا، اور مفضوح کیا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلامی معاشرہ کی لازمی بُنیاد قرآنِ کریم ہے۔ یہی مرکز ہے اور یہی وہ محور ہے جس کے گرد سارے کا سارا قانون گھومتا ہے۔ یہ جسٹس محمد شفیع صاحب کے فیصلے کی نقل صفحہ نمبر ۷ کی عبارت تھی۔

اللہ بھلا کرے کیسی صاف بات کہہ دی کہ قطعی اور آخری فیصلہ صرف قرانِ کریم ہے۔ اور یہ نازل ہوا ہے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عقلاً یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کے احکام

Marfat.com

کو سمجھنے اور سمجھانے کی ذمہ داری بھی انھیں کی تھی اور ان پر عمل بھی اسی طرح کرنا اور ماننے والوں کو اس پر عمل کی ترغیب اس طرح دینی بھی انھیں پر لازم تھی کہ قیامت تک آنے والوں کے لئے ہو بہو قائم رہے۔ پس قرآن کریم کے حق و باطل اور اس کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ ممدوح، مقبوح کی یقین اور تمام شعبہ جاتِ زندگی کی تفسیر بھی حضورِ اکرمؐ ہی کا منصب تھا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قانون سازی کا حق عطا فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل فرمانبردار بندے کو حقِ قانون سازی عطا فرمایا

جیسا کہ ارشاد ہے۔ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ پ ۹ ۔ رکوع ۹ ۔ یہ اسی سورۃ کے بعد والا حصہ ہے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کے حکم کے بارے میں لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کو نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے روکتے ہیں اور اُن کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

ناظرین دیکھئے اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے اپنے قرآنِ پاک میں بنی نوع انسان کے لئے نیکیوں کے حکم اور برائیوں سے روکنے اور حلال اور حرام کرنے کا مرتبہ اپنے عبدِ کاملؐ کو عطا فرمایا ہے۔ یہ ہے خدائے تعالیٰ کا قانون کہ اس کے نبی کریمؐ کے حلال و حرام کئے ہوئے تمام کاموں اور چیزوں کو ویسا ہی مانا جائے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ نبی کریمؐ نیکیوں اور پاک چیزوں ہی کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک اور گندی چیزوں اور کاموں سے روکتے ہیں۔ اب کسی مسلمان کو حضورؐ کے حلال و حرام کئے ہوئے کاموں میں شک اور آپؐ کے بیان فرمودہ حسن و قبح میں چوں چرا کا حق نہیں رہا۔ چونکہ خدا ہی نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرمؐ کو قانون اور اُن مسائل کا بھی ذمہ دار بنایا جو دُنیا کے اندر قیامت تک آتے رہنے والے ہیں۔ اور اُن مسائل اور حالات کی فکریں اور دشواریاں بھی دُور کر دیں۔ یہ تمام مسائل

اور ہر زمانہ کے حالات کے مطابق فیصلے فرما کر مدبرین اور نافذینِ قانون سے فکروں اور کاوشوں کے بوجھ کو بھی اتار پھینکا۔ جیساکہ خود خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ پ۹۔ رکوع ۹۔ سورۂ اعراف۔ یعنی رسول اللہ صلعم انسانوں سے اُن کا بوجھ دور کرتے ہیں۔ اور وہم اور شکوک کی زنجیریں اور طوق بھی نکال پھینکتے ہیں۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ پ۹۔ رکوع ۹۔ سورۂ اعراف۔ پس وہ لوگ جو رسول اللہ صلعم پر ایمان لائے اور ان کی طرف داری، حمایت کرتے اور ان کے طریقوں کی اشاعت میں مدد کرتے ہیں وہی فلاح و بہبود پانے والے ہیں۔

ناظرینِ کرام اِس آیۂ کریمہ میں یہ بھی بیان کر دیا کہ نجاتِ آخرت اور دنیا کی سرداری کے حقدار صرف وہی لوگ ہیں جو رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے اور ان کے مبارک طریقوں کو دُنیا میں پھیلاتے ہیں۔ ایک لفظ مبارک یہ ہے کہ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ۔ یعنی ایماندار و فلاح پانے والے وہ ہی ہیں جو اُس نُور کی بھی پیروی کرتے جو اُن کے ساتھ اُترا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم آپؐ کے چالیس سال سنِ شریف کے بعد نازل ہوا۔ آپؐ کے ساتھ وہ نبوت اور معاشرے کی کامل اصلاح کی قوتیں اور قدریں آئی ہیں جو آپؐ کی ذاتِ گرامی میں بچپن سے موجود تھیں۔ اور جن کی تائید یا شہادت کے لئے سند کے طور پر قرآنِ کریم نازل ہوا۔ اور اُن صفاتِ ذاتیہ ہی کی وجہ سے آپؐ اپنی اوائل عمری ہی سے مکہ اور اطراف میں امین اور صادق مشہور تھے۔

اور حضورِ اکرم صلعم کا حاکمانہ منصب

صرف اُس زمانے یا اہلِ عرب کے لئے نہیں تھا بلکہ قیامت تک پیدا ہونے والوں نوعِ انسان کے لئے ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں فرما دیا۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ۔ پ۹۔ رکوع ۱۰۔ سورہ اعراف۔ یعنی اے نبی کریم

Marfat.com

آپ فرما دیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولؐ ہو کر آیا ہوں۔ اُس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام آسمان اور زمین ہیں۔ اُس کے سوا کوئی عبادت اور پوجا کے لائق نہیں ہے۔ وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ سے کہلوایا۔ اور پھر خود مزید تاکید بھی فرما دی۔ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ پ۹۔ رکوع ۱۰۔ سورۂ اعراف۔ یعنی اے انسانو! پس یقین رکھو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولؐ پر جو نبی اُمّی ہیں (کیونکہ) وہ نبی کامل یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام کلمات یعنی ارشادات پر۔ پس اُن نبیؐ کی پورے طور پر پیروی کرو۔ یقیناً تم ہدایت پاؤ گے۔

ناظرین اس آیتِ کریمہ سے حضورِ اکرمؐ کی اطاعت اور پیروی ہی ھدایت یاب ہونیکی نشانی بلکہ شرط ثابت ہوئی۔ ناظرین کرام آپ کو معلوم ہو گا کہ اسلامی قانون وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا، یا کرنے کا حکم دیا۔ گویا آپؐ کا حکم یا آپؐ کا عملِ مبارک ہی اسلام کی روح ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرما دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر حکم تاکیدی و واجب العمل ہے

کہ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ پ۲۸۔ رکوع ۴۔ سورۂ حشر۔ یعنی اور جو تم کو رسولؐ عطا فرمائیں لے لو اور جس کام سے منع فرمائیں اُس سے بچو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، وہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ اس آیت کریمہ سے بالکل ظاہر ہے کہ حضورِ اکرمؐ کے احکام واجب العمل ہیں۔ ان پر کاربند رہنا ضروری ہے اور جن کاموں سے حضورِ اکرمؐ نے منع فرما دیا ان سے بچنا اور پرہیز کرنا لازم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو حضورؐ اکرم کی شفقت اور رحمت کا حقدار بھی صرف ان کی فرمانبرداری کرنے والوں ہی کو قرار دیا ہے۔ اور جو حضور کے احکام پر عمل نہیں کرتے، نافرمانی کرتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود تاکید فرمائی ہے کہ وہ

Marfat.com

آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ پ ۱۹۔ رکوع ۱۵۔ سورۂ شعراء۔ یعنی اے نبی آپ اپنے فرمانبردار اطاعت گزار مومنین کے لئے اپنے بازو بچھا دیجئے۔ یعنی اُن پر شفقت فرمائیے۔ پھر اگر وہ نافرمانی کریں۔ آپؐ کے حکم کی تعمیل نہ کریں تو فرما دیجئے کہ میں تم سے اور تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ہر رسولؑ کی نافرمانی ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب ہوتی رہی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً۔ پ ۲۹۔ رکوع ۵۔ سورۂ معارج۔ یعنی ان لوگوں نے رسول اللہ کی نافرمانی کی۔ اور پھر ہے۔ قَالَ نُوْحٌ اِنَّهُمْ عَصَوْنِىْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا۔ پ ۲۹۔ رکوع ۱۰۔ سورۂ نوح۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا یقیناً لوگوں نے میری نافرمانی کی، اور ایسے لوگوں کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان پہنچایا۔ اس آیت میں بھی ان لوگوں کا کفر اور گناہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت نوحؑ کی نافرمانی کرتے تھے۔ آپ کے ارشادات پر عمل نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے غرق ہو کر مرے۔

قرآن سمجھانے اور شریعت کے ٹھیکیدار خاتم الانبیاءؐ ہیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا۔ پ ۱۶۔ رکوع ۹۔ سورۂ مریم۔ یعنی اے نبی کریمؐ ہم نے قرآن کریم کو آپؐ کی زبان پر آسان کر دیا ہے تاکہ آپؐ متقی لوگوں کو اس کے احکام، اوامر و نواہی کی بشارت دے دیں اور بے عقل جھگڑالو لوگوں کو ڈرائیں۔ اور فرمایا وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا۔ پ ۷۔ رکوع ۱۷۔ سورۂ انعام۔ یعنی یہ کتاب قرآن کریم جس کو ہم نے اے نبیؐ آپ پر نازل کیا ہے مبارک ہے اور تصدیق کرتی ہے موجودہ کتابوں کی اور آپؐ پر اس لئے اُتاری گئی ہے کہ آپؐ مکہ والوں کو اور مکہ کے چاروں طرف رہنے والوں۔ ساری دُنیا کے لوگوں کو ڈرائیں۔

Marfat.com

مکہ معظمہ تمام دُنیا کے بیچ میں ہے اور دُنیا میں سب سے پہلا مقام ہے۔ اس لئے اس کو ام القریٰ کہا گیا ہے۔ ماحول سے مُراد تمام دُنیا ہے۔ اور فرمایا۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہُ ۔ پ ۵۔ رکوع ۱۳۔ سورۂ نساء۔ یعنی اے نبی کریمؐ ہم نے آپؐ کے پاس کتاب حق قرآن کریم بھیجی ہے تاکہ آپؐ تمام لوگوں کو احکام صادر فرمائیں۔ ان حالات کے مطابق جو آپؐ کو دکھا دیئے گئے ہیں۔

ناظرین کرام حضورِ اکرمؐ قرآنِ کریم کے سمجھانے اور شریعت کے احکام ہر زمانے کی مصلحتوں کے مطابق فرمانے کے ٹھیکیدار ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جو علام الغیوب ہے تمام حالات ضروریہ کی تعلیم دیدی ہے، اسی لئے تو حضورؐ کی حدیثوں میں وہ تمام احکام موجود ہیں جو ہر زمانے سے برائیوں کو روک سکیں۔ اور ترقیوں کا ذریعہ بن سکیں۔ ہر دور میں مسلمان ان پر عمل کر کے ترقیاں حاصل کرتے رہے اور آجکل بھی عرب میں یعنی حکومت سعودیہ میں آپؐ کی حدیثوں پر عمل کر کے بہترین ترقیاں حاصل کرتے ہیں۔ اور تمام جرائم کا انسداد ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی اور پٹرول کی کانیں نکال ڈالی ہیں۔ جہاں جہاں مسلمان کہلانے والے انگریزوں اور عیسائیوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں وہاں غلامی، افلاس اور غربت اور جرائم، بدنظمیوں کے طوفان موجود ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا۔ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ پ ۵۔ رکوع ۱۴۔ سورۂ نساء۔ یعنی اے نبی کریمؐ ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی اور اس کے فائدے اور عمل کے طریقے اور دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی تمام حکمتیں بھی بتا دیں اور ان تمام باتوں کا علم دے دیا جو آپؐ کو معلوم نہیں تھیں اور آپؐ پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔

ناظرین کرام حضورِ اکرمؐ اللہ تعالیٰ کے خاص شاگردِ رشید ہیں۔ اسی وجہ سے آپؐ نے زندگی کے ہر شعبہ اور معاملات اور ان حالات کے مطابق مسائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں جو قیامت تک رونما ہوں گے۔ اسی لئے حتمی اور دائمی فیصلہ فرما دیا کہ۔

باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

حضورِ اکرمؐ اور آپؐ کے خادموں کے مخالف دوزخی ہیں

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ پ۵۔ رکوع ۱۴ سورۂ نساء۔ یعنی جو شخص رسول اللہؐ کی مخالفت، نافرمانی کرتا ہے (حدیثوں کا منکر ہے) اس کے بعد اس کو حضورِ اکرمؐ کی حدیثوں کے ذریعہ پوری ہدایت سے آگاہی حاصل ہوگئی ہے۔ اور آپؐ کے فرمانبردار مومنوں کے خلاف طریقوں کی پیروی کرتا ہے۔ تو ہم اس کو مہلت دیں گے۔ کہ (توبہ کرلے یا پکا کافر بن لے) تو پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اور دوزخ بہت ہی بُری جگہ ہے۔

ناظرین آپ نے دیکھا کہ حضورِ اکرمؐ کے ارشادات حدیثوں سے روگردانی اور چودہ سو سالہ اہل بیت اطہارؓ، صحابۂ کبارؓ اور آئمۂ نامدار اور اُن کے سچے فرمانبردار مسلمانوں کا راستہ اختیار نہ کرنا کتنا بڑا گناہ بلکہ شرک ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو حضورِ اکرمؐ کی فرمانبرداری اور آپؐ کے خادموں کے طریقے پر چلنے کا حکم فرما دیا ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹھکرا کر اور حضورِ اکرمؐ کی پیروی سے مُنہ موڑ کر اور سچے مومنوں کی راہ کو چھوڑ کر شیطانوں، کافروں، منکروں کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ خدا کی جگہ اور اس کے رسولؐ کی بجائے اور اُن کے خادموں کے سوا دوسروں کی اطاعت کرتا ہے مشرک فی الاحکام و فی النبوّت ہے۔

حضورِ اکرمؐ اور تمام بزرگانِ دین کے مخالفین مشرک ہیں

مذکورہ آیت کے ساتھ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔ پ۵۔ رکوع ۱۵۔ سورۂ نساء۔ یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ اور دوسرے گناہوں کو چاہے تو بخش دے (کیونکہ) جو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، یا احکام میں اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں کسی کو شریک کرتا ہے وہ بہت بڑا گمراہ ہے۔

Marfat.com

نج صاحب اور دوسرے اُن لوگوں کے لئے ایک نہایت کارآمد اور مفید ترین سبق ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے مطالب اور معانی ایسے قابلِ تسلیم ہوں گے جن کو مسلمانوں کی اکثریت نے تسلیم کیا ہو۔ شخصیت اور انفرادیت کو اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ اپنی عقلِ ناقص سے مَن مانے مطلب کرنے لگے۔ جج محمد شفیع صاحب کے فیصلے کی نقل کے صد ۱۲ پر مشاورتی نظام کے تحت ہے کہ "اگر ہر مسلمان کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ اپنی فہم و فراست، تخیلات و تصورات کے لحاظ سے اس (قرآن کریم) کی تعبیر و تفسیر کرے تو اس سے مختلف تعبیریں معرضِ وجود میں آئیں گی۔ اور عجب قسم کا انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اور اسی طرح کوئی مسئلہ ایسا لیا جائے جس کے بارے میں قرآن شریف ساکت ہے۔ اور ہر شخص کو یہ اختیار مل جائے کہ وہ اپنے کردار و عمل کے لئے اپنے مخصوص اندازِ فکر کے لحاظ سے کوئی قاعدہ گھڑے تو اس سے معاشرہ کا شیرازہ ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ پس امت کے زیادہ سے زیادہ افراد کی رائے ہی غالب رہنی چاہئے۔" یہ جج صاحب کی تحریر فیصلہ کا ترجمہ تھا جو طلوعِ اسلام ادارہ کی طرف سے شائع ہوا ہے۔

فاضل جج کے اِس نظریہ کی نہایت پُرزور تردید

ہم جج صاحب کے اس خیال کی تو تحسین کرتے ہیں کہ وہ تعبیرِ قرآن کا حق کسی ایک شخص کو نہیں دیتے اور کسی ایک شخص کی تعبیر کو معاشرہ کی خرابی کا سبب سمجھتے ہیں۔ لیکن اس خیال کی پرزور تردید کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کے ذہن میں یہ بات ایک لمحہ کے لئے بھی آسکے کہ قرآنِ کریم کی جدید تعبیر اور تفسیر اور مسائلِ دینی از سرِ نو نکالنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ اس کے لئے تو عقیدۃً یہ بات ماننی لازم ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے دین کے تمام مسائل اور معاملات کا حل کر دیئے۔ زندگی کا کوئی گوشہ مشکل سے مشکل اور مخفی سے مخفی زاویہ بھی ممکن نہیں جس کی رہنمائی خاتم الانبیاءؐ نے کامل اور تشفی بخش طریقے سے نہ فرمائی ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی سند عطا فرمادی کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ پ۶۔ رکوع ۶۔ سورۂ مائدہ۔

Marfat.com

یعنی اے مسلمانو! آج ہم نے تمہارا دین بالکل کامل کر دیا۔ اور تم پر علم و فراست اور دونوں جہان میں اعلیٰ ترین ترقی کے طریقے بیان فرما کر تکمیل نعمت کر دی اور تم سے، ہم نے صرف دینِ اسلام ہی کو پسند کیا اور اسی دین پر راضی ہو گئے جس کی ہم نے تکمیل کی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور اکرمؐ کی تعبیر و تفسیر کو کافی نہیں سمجھتے وہ مسلمان ہی نہیں ہیں۔ اور جج صاحب تمام مسلمانوں کے علماء فضلاء مدبرین مفکرین کا یہ فیصلہ بھی اسی فیصلہ میں مان چکے ہیں کہ چودہ سو سال سے انھوں نے غیر مسلم اور کافر کو قرآن کریم بلکہ حدیث و فقہ میں بھی دخل اندازی کا موقعہ نہیں دیا۔ بلکہ برطانیہ کی حکومت میں گورنر جنرل صاحب کی پریوی کونسل کا بھی متفقہ فیصلہ تھا کہ شرح محمدیؐ یعنی قرآن کریم کی تعبیر و تفسیر اور حدیث و فقہ کے حقیقی معنی وہی سمجھے جائیں گے جن کو مسلمانانِ عالم مانتے چلے آئے ہیں۔

اب نئے معنی اور مطلب گھڑنے والے

لوگ آپ کے سابقہ بیان کے مطابق بھی مسلمان نہیں ہیں اور کسی طرح اس کے مجاز نہیں ہیں۔ چونکہ قرآنِ کریم حضور اکرمؐ اُن کے اہلِ بیتؓ اور صحابہؓ، آئمہ، مجتہدین اور فقہا اولیاء اللہ سلام علیٰ کلہم اجمعین اور اس وقت دنیا کے سارے کے سارے مسلمان اُن لوگوں کو کافر، بے دین کہتے چلے آئے ہیں۔ اور لاہور میں خود مجلسِ مذاکرہ کے مندوبین نے باآوازِ بلند یہ اعلان کیا تھا کہ پرویز جیسے منکرِ حدیث اور مخالف اسلاف کو قرآنِ کریم اور دین اسلام کے متعلق لب کشائی کا مطلق حق نہیں ہے۔ اور دیگر تمام ممالکِ اسلامیہ اور خاص کر پاکستان کے شیعہ، سُنّی تمام علماء فضلا نے ان منکرینِ حدیث و اسلاف کو کافر مطلق مانا ہے۔ چند یورپ زدہ، قیودِ دینی سے برگشتہ لوگ اپنی آزادیِ نفسانی کی خاطر ان کے ساتھ ہیں پس اکثریت موجودہ بھی قرآنِ کریم کی جدید تعبیر و تفسیر کو جو منکرینِ حدیث نے گھڑی ہے نہایت ناپاک اور دین میں تحریف بلکہ تخریب سمجھتی ہے۔

Marfat.com

ججوں اور حکامِ پاکستان کے شایانِ شان

یہ ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی جدید تعبیر و تفسیر کرنے والوں کی ہاں میں ہاں نہ ملائیں۔ بلکہ اپنی خداداد طاقت سے اُن کی جدوجہد کو فنا کر دیں۔ کیونکہ معاشرہ درہم برہم ہو جائے گا اور اسلامی نظریات بالکل مسخ ہو کر محض کفر اور الحاد، بے دینی پھیل جائے گی۔ منکرینِ حدیث مخالفِ اسلاف جادہ و جہاد کا کارنامہ اُن ہی کے قلم سے دیکھئے۔ منکرینِ حدیث نے چند غریب، اردو پیہ کے ضرورت مند پڑھے لکھوں سے لُغاتِ قرآن لکھوائی ہے جس کے متعلق اشتہار میں یہ جملہ بہت موٹا لکھا ہوا ہے۔ **اس لُغات کی مثال ہمارے سارے اسلامی لٹریچر میں کہیں نہیں ملے گی۔** یہ جملہ جسٹس محمد شفیع صاحب کے فیصلہ کی اُردو نقل کتاب کی پشت پر بھی ہے۔

اب ناظرین اور حکومت فیصلہ فرمائیے کہ یہ لُغت چودہ سو سالہ اسلام کے موافق ہے یا خلاف؟ بس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دِل کا۔ فاضل جج کے دو۲ جملوں سے بھی اس لُغات کے اشتہار کے جملہ کا مقابلہ فرمائیے۔ جج صاحب کے دو۲ جملے یہ ہیں:۔

"اسلامی مملکت میں کسی شخص کے لئے اس کا امکان نہیں کہ وہ اعلیٰ ترین اقتدار اور شاہی اختیار کا مالک بنے حتیٰ کہ اسلامی ریاست کے سربراہ کو بھی اس سے زیادہ کوئی اختیار نہیں ہوتا کہ وہ احکام و قوانینِ خداوندی کا نفاذ و اجرا کرے"۔ اس بات کا تو تصور ہی منشائے قرآنی اور روحِ اسلامی کے منافی ہے کہ کسی فرد کو مسلمانوں کے لئے قوانین وضع کرنے کا اختیار ہے۔ یہ عبارت جج صاحب کے فیصلے کی نقل کے ص۵ پر اقتدارِ اعلیٰ صرف خدا کو حاصل ہے کے عنوان کی ہے۔ لیکن اس مذکورہ **تمام اَدوار کُل عالم کے مسلمانوں کے خلاف** منکرین نے بھی خوب چالاکی کی ہے کہ وہ سرے سے خدا و رسولؐ ہی کے وجود کے قائل نہیں بلکہ خدا، رسولؐ سے مراد لیتے ہیں۔ مرکزِ ملّت اور مرکزِ ملّت اور قرآنی نظام کے سربرآوردہ ہیں۔ صرف مسٹر پرویز اور اُن کے چند ہم مشرب" اللہ اللہ جس حکومتِ اسلامیہ پاکستان میں مملکت کے سربراہ کو بھی فاضل جج قانون بنانے

Marfat.com

کا مجاز نہیں مانتے اُس حکومت میں خدا، رسولؐ اور قرآن، اسلام، ایمان اور تمام معتقدات اسلامی کو آزادی سے مٹایا جارہا ہے۔ بہ بیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا۔

ائمہ اور مجتہدین کی جدوجہد

اللہ تعالیٰ نے اپنے دینِ اسلام کے جاری کرنے کے لئے نبیوں کو بھیجا اور اُن کے بعد اُن کی اُمتوں میں سے نہایت فرمانبردار اور اطاعت گزار ایسے نیک بندوں کو چُن لیا جو احکامِ خداوندی پر عمل کرنا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینا اپنا اہم ترین فرض سمجھتے تھے۔ تاکہ نبیوں کے مُبارک طور طریقے دُنیا میں پھیلاتے رہیں اور ناواقف اور دین یعنی نبیوں کے طریقوں سے بے خبر لوگوں کو ہدایت کرتے رہیں۔ چنانچہ اسی عام دستورِ خداوندی کے مطابق حضورِ اکرمؐ کی اُمت میں چند امام پیدا فرمائے۔ جیساکہ فرمایا ہے۔ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۔ پ۹۔ رکوع ۱۲ سورۂ اعراف۔ یعنی ہماری مخلوق میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتی اور بالکل حق اور صداقت کے مطابق انصاف کرتی ہے۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ پ۱۷۔ رکوع ۵۔ سورۂ انبیاء۔ یعنی ہم نے نبیوں اور اُن کے فرمانبرداروں کو امام بنایا جو سیدھے رستے بتاتے ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ پ۲۱۔ رکوع ۱۶۔ سورۂ احزاب۔ اور بنایا ہے ہم نے ان میں اماموں کو جو ہمارے احکام کے مطابق راستہ بتاتے ہیں۔

ناظرین مسلمانوں میں حضرت ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد حنبلؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ ہم ائمہ فقہ دائمۂ حدیث ہوئے اور حقیقت اور طریقت اور رشد و ہدایت باطنی کے امام بارہ اثنائے عشرہ علیہم السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔

ان سب کا کام اور اہم ترین فرض یہ رہا کہ قرآن کریم کے احکام لوگوں تک پہنچائیں اور زندگی کے ہر شعبے اور تمام معاملات کے فیصلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں اور آثارِ اہلِ بیت رضی اللہ کے مطابق کریں۔ دیکھئے شاہ ولی اللہ رحمت اللہ علیہ ان اماموں کے متعلق یوں

Marfat.com

تمام اماموں کی تفسیر اور فقہ کی اصل حدیث ہی رہی

آئمۂ اسلام کی دو جماعتیں تھیں اوّل اصحابِ حدیث، دوم اربابِ فقہ و نظر۔ ان دونوں میں کوئی اپنی جماعت میں ایک دوسرے سے جُدا نہیں اور نہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں اُس سے بے پروا۔ اس لئے کہ حدیث بجائے نیو ہے جو اصل ہے اور فقہ بجائے عمارت کے ہے جو اصل کی شاخ ہے۔ اور جو عمارت نیو، جڑ پر نہیں رکھی جاتی وہ مُنہدم ہو جاتی ہے۔ یہ تحریر "انصاف" کتاب کے صفحہ ۵۲ کا ترجمہ ہے۔ اس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی عبارت سے معلوم ہو گیا کہ فقہا اور مجتہدین نے تمام مسائل حدیث شریف ہی سے نکالے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے متعلق شاہ صاحب یوں فرماتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ ابراہیم نخعیؒ اور ان کے ہم عصروں کے مذہب (طریقہ) پر زیادہ جمے ہوئے تھے اور اس سے بہت کم تجاوز کرتے تھے۔ اور ان کے مذاہب کے بموجب مسائل نکالنے میں شانِ عظیم رکھتے تھے۔ اور تخریجی صورتوں میں ان کی نظر دقیق تھی۔ صفحہ ۲۵ انصاف۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کی اصل فتاوائے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور اُن کے فیصلے و فتاوائے حضرت علی مرتضیٰؓ اور قاضی شریحؒ اور دوسرے کوفے کے قاضیوں کے فیصلے۔

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود و اسدُاللہ الغالب کی حدیث دانی

یوں تو تمام صحابہ کبارؓ اور اہلِ بیت اطہار مع ازواج مطہرات اور تمام مہاجرین و انصار کے طریقوں اور فیصلوں کی اصابت اور صداقت کی سندیں قرآنِ کریم میں کئی جگہ اس طرح پر مذکور ہیں کہ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ پ۱۱۔ رکوع ۲ سورۂ توبہ۔ یعنی پہلے ایمان لانے والے مہاجر اور انصار اور جنھوں نے ان کی پورے طور سے

Marfat.com

پیروی کی۔ اُن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نہروں والی جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

یہ آیت کریمہ صحابہ کبارؓ اور اُن کی پیروی کرنے والے تمام اماموں، محدثوں، مفسروں بلکہ مسلمانوں کے جنتی اور قابلِ پیروی ہونے کی پکی سند ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کی طبیعتیں حدیث شریف کے سانچے میں ڈھلی تھیں۔ اُن کے ذہنوں نے حدیث شریف ہی کے آغوش میں پرورش پائی تھی۔ **حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب انصاف** کے صـ۹ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابنِ مسعودؓ سے اُس عورت کے مہر کے متعلق سوال کیا گیا جس کا مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور شوہر مر چکا تھا۔ تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ کے متعلق حضورِ اکرم کو کوئی حکم فرماتے نہیں دیکھا۔ میں کس طرح بتاؤں؟ چونکہ مسلمانوں کے نزدیک آپ کی حدیث دانی مسلّمہ تھی۔ لوگ ایک مہینہ تک آپ کے درِ دولت پر جواب کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ اور پھر جواب دینے پر اصرار کیا تو آپ نے بہت غور و فکر کر کے فرمایا کہ اس عورت کو مہرِ مثل ملنا چاہئے۔ (مہرِ مثل وہ ہے جو عورت کی بہنو یا پھوپھیوں کے مہر کی برابر ہو) اور وہ عدّت کرے۔ اور شوہر کے مال سے میراث پائے گی۔ اُس وقت اتفاق سے حضرت معقل بن یسار صحابیؓ بھی موجود تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمارے قبیلہ کی ایک عورت بروعؓ بنتِ واشق کے حق میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ سُن کر حضرت ابنِ مسعودؓ اس قدر خوش ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث دانی اور فقہ

کے متعلق ہم نے دُررِ افکار اپنی تازہ تصنیف میں ایک عنوان قائم کیا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے اکثر صحابہ کبارؓ نہایت اہم مسائل اور مشکل معاملاتِ دینی میں مشورے کرتے تھے اور ان کی اصابتِ رائے اور حدیث دانی و عمل بالحدیث پر اس قدر اعتماد تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور دوسرے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

Marfat.com

نے یہ کہا تھا کہ لَهَلَكَ عُمَرُ لَوْلَا عَلِيٌّ۔ اَوْ كَمَا قَالَ۔ یعنی اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اسی لئے تو حضورؐ نے اُن کو بابُ العلم فرمایا تھا۔

اب جج صاحب اور دوسرے لوگوں کو یقین کرنا لازم ہے کہ حضرت ابو حنیفہؒ نے کوئی فتویٰ حضرت ابنِ مسعودؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے خلاف نہیں دیا۔ اس اعتبار سے ان کے تمام فتادے اور مسائل کی پیروی آیتِ مذکورہ کی رو سے صحیح اسلام اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق یقینی جنّتی ہونے کی دلیل ہے۔ جو لوگ حضرت امام ابو حنیفہؒ کو تعبیر یا تفسیر بالرائے کی تہمت لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انھوں نے صرف سترہ حدیثوں سے مسئلے نکالے ہیں وہ حقیقت سے ناآشنائی کا ثبوت دیتے ہیں۔ تمام محدثین اور اہلِ علم حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبد الحق اور شاہ عبد العزیز محدثین بھی بالاتفاق کہتے ہیں کہ حضرت محمد اور ابو یوسفؒ جو امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے وہ حضرت امام مالکؒ کے درسِ حدیث میں شریک ہوتے تھے اور جب امام مالکؒ کی بیان کی ہوئی حدیث شریف اُن کی حدیث سے زیادہ قوی ہوتی تھی تو وہ اُسی پر عمل کرتے اور امام صاحب کی روایت پر عمل نہ کرتے۔ اسی وجہ سے چند مسائل میں وہ دونوں امام ابو حنیفہؒ کے خلاف رہے۔ مگر اپنے کو طریقۂ امام ابو حنیفہؒ سے منسلک رکھا اور دونوں شاگردوں نے اپنے اور اپنے استاد کے طریقہ کا نام مذہبِ حنفی ہی رکھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے اپنی دانست میں تمام مسائل حدیث شریف سے لئے ہیں۔ اور پھر کئی جگہ یہ بھی فرمایا کہ "میرا مذہب اور طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات یعنی حدیث ہے۔ اگر میری کوئی بات یا مسئلہ کسی کو حدیث شریف کے خلاف معلوم ہو تو وہ میری بات کو پھینک دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف پر عمل کرے۔ میرے دین وایمان کی اصل حدیث ہی ہے"۔ عقد جید، انصاف اور حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہؒ کی کتابوں میں ہمارے دعوے کی بہت سی دلیلیں موجود ہیں۔

Marfat.com

اسلام کی حقیقت تو حدیث ہی ہے

حدیث کے منکر اور مخالف کو آج تک کسی مسلمان نے بھی ایماندار اور مسلمان نہیں مانا۔ امام یا مجتہد تو بڑی بات ہے۔ ان چاروں اماموں یا ان کے شاگردوں کو اسی لئے امام مانتے ہیں کہ انھوں نے حضورِ اکرم ؐ کے ارشاداتِ گرامی کی پیروی کی اور اسی کی روشنی میں زندگی کے ہر شعبہ کے مسئلے نکالے۔ اگر امام ابو حنیفہ ؒ حدیث کی مخالفت کرتے تو کوئی مسلمان اُن کو مسلمان بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ یہ اُن کی پابندیٔ حدیث اور اتباعِ رسول ؐ کے ہی جلوے ہیں کہ آج تک اسلامی لٹریچر میں اُن کو امامِ اعظم ؒ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید ۔۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہِ صفا ۔۔ تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ

محدثین کرام کے احسانات

چونکہ اسلام میں دین اور دین کے مسائل بلکہ قرآن فہمی کا دار و مدار صرف حدیث شریف ہی پر ہے۔ اس لئے اسلام میں سب سے بڑی خدمت احادیث کی تدوین ہے۔ اللہ تعالیٰ محدثین کرام کو اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ انھوں نے اپنی عمروں کا قیمتی حصہ حدیث شریف کی تلاش اور جستجو میں صرف کیا اور جہاں بھی مستحکم اور قابلِ یقین طریقوں پر قابل الیقین متقین اور ثقاتِ زمانہ سے حدیثیں حاصل کیں اُن کو اپنی کتابوں میں اس طرح جمع کر دیا کہ ہر مسئلہ کی حدیثیں ایک ہی جگہ باب مقرر کر کے لکھ دیں۔ اور ایسی پکی سندوں سے لکھی ہیں کہ عقلاً کسی انسان بلکہ عقلمند آدمی کو بھی ان میں شک و شبہ کی گنجائش ممکن نہیں۔ یہ صحاح ستہ، چھ ۶ صحیح حدیثوں کی کتابیں کہلاتی ہیں۔ نمبر ۱ بخاری شریف۔ نمبر ۲ مسلم شریف۔ نمبر ۳ ابو داؤد شریف۔ نمبر ۴ ترمذی شریف۔ نمبر ۵ نسائی شریف۔ نمبر ۶ ابن ماجہ شریف ان میں صحیح احادیث ہیں اور جن جن حالات اور زمانے کے تغیرات میں مسائل کی ضرورت ممکن ہے وہ سب

Marfat.com

اِن میں موجود ہیں۔ یہ اسلام کی وسعت تو دیکھئے کہ مختلف حالات اور مقتضیات کے مطابق تمام مسائل تفصیل یا اجمال سے موجود ہیں جن کی روشنی میں قیامت تک آنے والوں کی پُورے طور سے رہنمائی کرتی رہیں گی۔ اور کسی امام کی پیروی کرنے والے بھی اپنے امام کے ارشاد کے مطابق حدیث شریف کی پیروی سے محروم نہیں رہ سکتے۔ چونکہ یہ ممکن ہے کہ اُن چاروں اماموں کو کسی مسئلہ کی قوی تر ین حدیث نہ پہنچی ہو۔ اور اِن احادیث شریف میں وہ مل جائے تو وہ عمل کر کے اپنے امام بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی پر عمل کرلے اور اُن احادیث کی برکت سے تمام اماموں خاص کر امام ابو حنیفہ رح کی فقہ کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ یہ حدیث شریف ہی سے بنی ہے۔ چونکہ ھدایہ کی تخریج مرتب ہوگئی ہے۔ یعنی ھدایہ، فقہ حنفی کے تمام مسائل کی اصل و بنیاد کی حدیثیں تخریج ھدایہ میں جمع کر دی گئی ہیں۔

حقیقتاً یہ محدثین کا بڑا احسان ہے۔ چونکہ امام ابو حنیفہ رح نے حدیث کی کوئی کتاب نہیں لکھی وہ تو صرف مسائل نکالتے تھے۔ اور جن احادیث سے مسائل نکالتے تھے وہ یاد رکھتے اور اپنے شاگردوں کو بتا دیتے تھے۔ چنانچہ اُن کے شاگرد امام محمد رض نے مؤطا اور کتاب الآثار لکھی اور اسی کے متعلق عبد الرزاق نے کتاب جامع اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ غرض ہماری صرف یہ ہے کہ اسلام اور دین آج تک حدیث شریف ہی کو مانا گیا ہے اور اُنھیں کی روشنی میں ان کے مطابق اماموں اور مجتہدین نے تمام زندگی کے مسائل حل کئے ہیں۔

چودھویں صدی کے علمائے جدید کا اجتہاد

آپ کو معلوم ہے کہ آج تک تمام مسلمانوں نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام دُنیا کی تاریکی دُور کرنے کا چراغ بلکہ سورج مانا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ پ ۲۲۔ رکوع ۳۔ سورۂ احزاب۔ یعنی

Marfat.com

اے نبی کریمؐ یقیناً ہم نے آپؐ کو تمام کا گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور خوشخبری سنانے والا۔ اور گناہوں اور بدکرداریوں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بنا کر اور روشن چراغ اور قرآن کریم میں سورج کو چراغ فرمایا ہے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ یعنی سورج کو چراغِ عالم کی حیثیت سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے کہ آپؐ تمام انسانوں کے لئے گواہ اور روشنی ہیں جیساکہ فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ پ۲۲۔ رکوع ۹۔ سورۂ سبا۔ یعنی اے نبی کریمؐ ہم نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن بہت لوگ ناسمجھ ہیں۔

ناظرین ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ ہی قیامت تک آنے والوں کے گواہی دینے والے اور ہادی ہیں۔ آپؐ کی گواہی پر ہی نجات کا دارومدار ہے چونکہ آپؐ روشن ہیں۔ پھر آپؐ کی یعنی طریقۂ مبارکہ نے تمام مسائل سے اندھیرا دور کر دیا۔ زندگی کے ہر پہلو کے لئے روشن تعلیم کامل طور سے فرمادی۔ لیکن جدید علوم کے ماہرین اللہ تعالیٰ کی مخالف اصطلاح اور بولی ہی بولتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کو نئی مصلحتوں اور نئے ابھرنے والے مقتضیات کی روشنی میں سمجھو۔ اب ذرا ان کی روشنی بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عائلی خاندانی مسائل

اللہ رکھے ہماری حکومت اگرچہ ابھی چودہ سالہ بچی ہے کہ اسے خاندانی مسائل سے کیا واقفیت ہو سکتی ہے۔ کے آمدی دکے پیر شدی کے مطابق۔ مگر چونکہ اس کی پیدائش قرآن اور سنت کے صدقے میں ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ کے مقولہ کے مطابق اسے قرآنِ کریم اور سنتِ نبیؐ ھادیِ صراطِ مستقیم کا تو خیال رہتا ہی ہے۔ اس نے جہاں دوسری اچھی باتوں کے جاری کرنے کا اپنے سر پر ستون اور خیر خواہوں سے تقاضا کیا وہاں گھریلو اور معاشرتی نظام کی درستی نے بھی اس کے دل کو گدگدایا تو

Marfat.com

اُس کے بڑے ہی خیر خواہ اور سب سے بڑے کرتا دھرتا رُکنِ رکین حکومت۔ صدرِ پاکستان نے مُلک کے بڑے بڑے پُرانے جہاں سفلی دیدہ اور ماہرینِ علومِ جدیدہ کو حکم دیا کہ آپ لوگ اسلام اور سُنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی روشنی میں خاندنی مسائل درست کیجئے۔ جن کے طفیل ہمارے ملک اور قوم کی بے زبان عورتوں اور بچیوں کو بھی خداداد آزادی نصیب ہو اور وہ نفس پرست اور مطلب نکال کے طوطا چشمی کرنے والوں کے ظلم سے نجات پائیں۔

الحمدللہ کہ صدر صاحب کے تاکیدی حکم اور غالباً شرکت سے بہت سی بدعتی فیوو کا ازالہ ہوگیا ہے۔ مگر یہ تعلیم جدید اور یورپی نظریات کے خوگر اپنی زہرافشانی سے کب باز آنے والے تھے۔ پوتے کی میراث اور بالغوں کے نکاح میں ۱۶، ۱۸، سال کی قید کا بِس ملا کر ہی رہے۔ یعنی اُن کی اس اختراع کے متعلق بھی طلوعِ اسلام کے ادارہ کی بنائی ہوئی لُغاتِ قرآن کی طرح یہی کہنا مناسب ہے کہ چودہ سو سالہ اسلامی اور دینی لٹریچر میں کبھی اور کہیں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ لیکن خدائے تعالیٰ کے فضل سے ہماری حکومت نے عائلی معاملات مذکورہ بالا کی صوابدید جمہوری حکومت کے ارکان اور چیرمینوں کے سپرد فرمادی اور جہاں تک مجھ کو علم ہے جمہوری اراکین میں غالب اور اکثر حضرات اسلامی نظریات کی تشکیل و ترویج کے مُدت سے خواہاں تھے۔ اب تو خدائے بزرگ و برتر نے یہ شرف اُنھیں کو عطا فرما دیا کہ وہ اپنی مبارک جدوجہد بلکہ اپنے مبارک ہاتھوں سے اسلامی نظریات کی تاسیس و توثیق فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مدبرین اور محبانِ قوم کو توفیق عطا فرمائے کہ حکومتِ پاکستان کے استحکام اور ملک کی خوشحالی اور فارغ البالی کے لئے کوشش کرتے رہیں اور اپنی پیاری حکومت کو ایسے قواعد اور ضوابط کے نفاذ کی طرف مائل کرتے رہیں جن کی وجہ سے حکومت کی قدر و منزلت دلوں میں قائم ہو جائے۔ اور صرف زبانی نہیں بلکہ جانی مالی ہر قسم کی قربانیاں دل و جان سے کرنے کو اپنا فخر سمجھنے لگیں۔ حکومت اصلی وہی ہے جو دل و دماغ بلکہ ریشہ ریشہ میں انقیاد اور فرمانبرداری کی روح پیدا کر دے۔

Marfat.com

اللہ تعالےٰ کا خوف اور آنحضرتؐ کی اطاعت

ہی تمام نیکیوں کی اصل ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں یہ دونوں جوہر ہیں وہ اس وقت بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد بلکہ ایثار و کرم اور قوم پروری کی تاریخ کے لئے زندہ جاوید سرمایہ ہیں۔ ہمیں ڈاکٹر این۔ ایم خالد صاحب سے یہ سُن کر بہت مسرت اور اسلام پر فخر محسوس ہوا کہ میاں محمد حسن صاحب ریلوے روڈ لاہور ٹکوونی اور لوہے کے دوسرے کسی سامان کے تاجر ہیں، حسن برادرز کے نام سے دوکان پر کاروبار کرتے ہیں۔ اُن کی دوکان پر کام کرنے والے ملازمین میں سے ایک شخص ایسا تھا جس کے بچوں کی پرورش کا ذریعہ دوکان کی نوکری ہی تھی۔ وہ بیمار ہو کر اپنے وطن چلا گیا اور کئی ماہ بیمار رہا لیکن میاں صاحب مذکور برابر اس کو پوری تنخواہ اور علاج معالجے کے لئے بھی روپیہ بھیجتے رہے۔ جب آپ کے پاس اس کے انتقال کا خط آیا تو آپ اس ملازم کے قصبہ میں پہنچے اور اس کی تجہیز و تکفین نہایت فراخدلی سے کی اور اس کی بیوی بچوں کو بہت دلاسا دیا اور کہا تم لوگ کسی بات کی فکر نہ کرنا۔ میں برابر تمہارا خرچ پہنچاتا رہوں گا۔ اور اس کے لڑکے کے متعلق کہا کہ اس بچے کو تعلیم دی جائے۔ اس کا خرچ میں علیحدہ دوں گا۔ اور جب یہ میٹرک کر لے تو پھر کالج میں تعلیم دلائی جائے۔

چنانچہ میاں صاحب ابھی تک بدستور اسلامی نظریہ کا نمونہ بنے ہوئے ہیں اگر واقعی ہمارے برادرانِ ملک اسلامی نظریات کو اپنا لیں تو افلاس و ناداری کی وجہ سے جو خرابیاں معاشرے میں پیدا ہو گئی ہیں وہ یک قلم دُور ہو سکتی ہیں۔ اللہ اللہ جب معاشرے کے لئے اکثر و بیشتر سرمایہ دار اور مالدار بلکہ بڑے بڑے گریجویٹ حکام۔ اور ماہرین علوم علماء و فضلاء بھی اپنے نوکر چاکر اور ملازمین کو ان کے باعزت گزارنے کے قابل تنخواہیں اور مزدوریاں نہیں دیتے بلکہ بعض تو مہینہ بھر کام لینے کے بعد قلیل اور تھوڑی سی مزدوری بھی دیتے ہیں تو بڑا احسان جتا کر گویا کہ خیرات یا زکوٰۃ دے رہے ہیں۔ ماشاء اللہ اسی معاشرے اور قوم کے ایک فرد میاں محمد حسن صاحب بھی ہیں کہ معمولی حیثیت کے تاجر ہوتے ہوئے بھی

Marfat.com

اپنے ایک ملازم کو بلکہ اُس کی اولاد کو بھی اپنی اولاد کی طرح پرورش کرتے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس۔ "سب سے بہتر آدمی وہی ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے"۔ کروگے اگر رحم اہلِ زمین پر، خدا مہربان ہوگا عرشِ بریں پر۔ یہ بھی ترجمہ ایک مبارک حدیث کا ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمتُ اللعالمینی کے تقاضے سے فیض بخش عالم ہوئی۔ سبحان اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے عذاب سے ڈرنے کا بہترین ذریعہ اور خداداد قوتوں اور دولتوں کو بندگانِ خدا کی نفع رسانی میں خرچ کرنے کا وسیلہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ السخی حبیب اللہ لو کان فاسقا والبخیل عدو اللہ لو کان زاہدًا۔ یعنی "سخی اللہ تعالیٰ کا پیارا ہے۔ اگرچہ گنہگار ہو۔ اور بخیل اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اگرچہ وہ زاہد اور پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو"۔ جو لوگ حدیث شریف پر عمل نہیں کرتے وہ محروم ہیں اُن میں ایثار و کرم بھی نہیں ہوتا۔

صفائے بزم جہاں زجلوۂ وساقی است ٭ وگرنہ مجلسِ مستان دوکانِ شیشہ گر ہست

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولؐ کے حلال و حرام کو نہیں مانتے اُن سے جہاد کا حکم

فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَقَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ۔ پ۱۰۔ رکوع ۱۰۔ سورۂ توبہ۔

یعنی اے مسلمانو! تم اُن لوگوں سے جہاد کرو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے حرام کئے ہوئے (کاموں اور چیزوں) کو حرام نہیں سمجھتے۔ اور دینِ حق طریقۂ محمدیؐ کے پابند نہیں ہیں۔ ناظرین آپ کو معلوم ہوگیا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حرام کئے ہوئے اور ممنوعہ کاموں کو نہیں چھوڑتے اور انکے طریق سے روگردانی کرتے ہیں۔ وہ یقیناً دینِ اسلام کے دشمن ہیں۔ اُن سے جہاد کرنا فرض ہے۔ یہ جہاد تلوار اور

Marfat.com

لاتِ موجودہ سے نہ کیا جائے۔ تو اُن کی مخالفت کو تحریر اور تقریر سے روکا جائے۔ یہ سب
سمیں جہاد کی ہیں۔ اسلام کے مخالفوں کو اسلام کی مخالفت سے بہر صورت روکنا فرض ہے۔

کافروں کی خواہش یہ ہے

کہ دُنیا سے اللہ تعالیٰ کا دین، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا طریقہ اور نورانیت مٹ
جائے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ۔ یعنی بے دین
لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نُورِ طریقۂ محمدیؐ کو اپنے کلام اور بے ہودہ باتوں کے ذریعہ سے
بجھا دیں۔ حدیث شریف میں مذکور حضورِ اکرمؐ کے مبارک طریقوں سے لوگوں کو برگشتہ کرتے ہیں۔
اور اُن پر رکیک حملے کرنے اور اُن قانون اور قاعدوں کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں جو حضورِ اکرمؐ
نے جاری فرمائے تھے اور جن پر اہلِ بیتؓ اور صحابہؓ اور تبع تابعینؒ اور تمام بزرگانِ دین عمل کرتے
چلے آئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ قیامت تک دینِ محمدیؐ کو قائم رکھے اور اس کو تمام
کافرانہ، مشرکانہ، ملحدانہ طریقوں پر غالب رکھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ یَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ
نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نُور کو کامل غلبہ دے کر ہی چھوڑے گا
اگرچہ کافر لوگ کتنی ہی دلی نفرت کریں۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ پ۱۰۔ رکوع ۱۱۔ سورۂ توبہ۔ یعنی
اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُس کے دین کو تمام
طریقوں پر غالب رکھے۔ اگرچہ یہ بات مُشرکوں کو کتنی ہی ناپسند ہو۔ انشاء اللہ طریقۂ محمدیؐ ہی
غالب رہے گا۔

فاضل جج محمد شفیع صاحب نے حدیث شریف کے مطابق فیصلہ کیا

جج صاحب کے اس فیصلہ کی نقل ص۲۴ پر حضرت براء بن عازب کی وہ حدیث لکھی ہے
جس میں حضورِ اکرمؐ نے بنتِ حمزہؓ کو جن کے والد اور والدہ دونوں نہیں تھے۔ حضرت جعفرؓ
طیار کی تولیت یعنی پرورش میں دیا تھا۔ چونکہ حضرت جعفر طیارؓ نے کہا تھا کہ اُن کی خالہ میری

Marfat.com

بیوی ہیں، تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے۔ اس لئے بنتِ حمزہؓ خالہ کے پاس رہیگی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ متعدد حدیثوں کی رو سے بچوں پر والدین خاص کر ماں کی خدمت کا فریضہ عاید کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نسبت باپ کے ماں کو ولایت کے لئے زیادہ موزوں تصوّر فرماتے تھے۔ یہ جج صاحب کے فیصلہ کی نقل کی عبارت تھی۔ پھر آگے چل کر آپ نے لکھا ہے کہ آخر میں اس حقیقت پر بھی غور کرنا چاہئے کہ کیا رسول اللہؐ نے خود حضرت اُمِّ سلمہؓ سے عقد نہیں کیا تھا جن کے بچے پہلے شوہر سے موجود تھے اور جو رسول اللہؐ کے محرموں میں سے نہ تھے۔ کیا عقدِ ثانی کر لینے کی وجہ سے اُن بچوں کو حضرت اُمِّ سلمہؓ سے چھین لیا گیا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ پس کیا وجہ ہے کہ دوسری ماؤں کے بچے اس بنا پر لے لئے جایا کریں۔ لہٰذا میں اس (ماں کی طرف سے) اپیل کو منظور کرتا ہوں اور حاکم عدالت گوجرانوالہ کے فیصلہ کو منسوخ کرتا ہوں اور شہاب الدین (لڑکیوں کے چچا) کی درخواست نامنظور کرتا ہوں۔

یہ حکم ۲۴ رجولائی ۱۹۶۰ء کو چیف جسٹس ایم۔ آر۔ کیانی نے (اپیلانٹ و مرافع) کے کونسل کو سُنایا۔ یہ مضمون فیصلہ کی نقل مطبوعہ طلوعِ اسلام کے صد ۳۵ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس سے فلاح و بہبودی کی اُمیدیں رکھیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک طریقوں پر عمل کریں۔ جن پر عمل کر کے مجاہدینِ اسلام اور ہمارے اسلاف نے ہر قسم کی ترقیاں حاصل کی تھیں، اور تمام ممالک میں اپنی برتری اور فوقیت کا سکّہ دلوں پر بٹھا دیا تھا۔ آج ہماری نافرمانیٔ دین دیکھ کر وہ لوگ بھی ہم مسلمانوں کو پریشان کر رہے ہیں اور ہماری آزادی کی راہ میں مداخلت پر آمادہ ہیں جو ہزار برس ہمارے محکوم اور باج گزار رہ چکے ہیں۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ

خادمِ دینِ متین منوّر حسین سیدھ الاسلام، شیش محل روڈ

۲۳ پیر مکّی بازار لاہور

Marfat.com

کتابِ اسلامی قانون کی اصل فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	قرآنِ کریم کی بد ترین توہین دہائیکورٹ کے جج صاحب کا فیصلہ	۲
۲	ہر پاکستانی کا فرض	۳
۳	میری ملاقات، میری اور اُنکی باضابطہ گفتگو	۴
۴	تمیت اسلامی - حفاظتِ قوم	۶
۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا درجہ	۷
۶	آخری نتیجہ گفتگو	۹
۷	علمائے کرام و مبلغینِ اسلام	۱۰
۸	حکّامِ عالی مقام کی حالت، حکام وافسران میں اسلامی اقدار مسلمانوں کے لئے قابلِ فخر شخصیت	۱۱
۹	تعلیم یافتہ اور عوام میں تبلیغ،	۱۳
۱۰	حکام وافسران - تبلیغی تقریروں کا موضوع	۱۴
۱۱	دوسری ضروری بات	۱۵
۱۲	قرآن و حدیث - حکومت سے ضروری درخواست	۱۶
۱۳	ججوں و مجسٹریٹوں کی تعلیم	۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴	قانون اور اُس کا نفاذ	۱۸
۱۵	اس کے برعکس	۱۹
۱۶	اے میری پیاری حکومتِ پاکستان	۲۰
۱۷	حکومت کے جج محمد شفیع صاحب کی کہانی۔ حکومت کا قانونِ تولیت	۲۲
۱۸	جج صاحب کا فرض	۲۳
۱۹	میرا طریقۂ تبلیغ	۲۴
۲۰	جج صاحب کی توجیہہ درست تھی	۲۵
۲۱	اب میرا موقف۔ فنِ تنقید و تبصرہ	۲۶
۲۲	اب میرا روئے سخن فاضل جج صاحب کی طرف ہے۔	۲۸
۲۳	نکتۂ اوّل و نکتۂ ثانی	۲۹
۲۴	حاشیوں کی قانونی حیثیت جج صاحب کے نزدیک۔	۳۰
۲۵	فاضل جج اور منکرینِ حدیث شریف	۳۱
۲۶	جج صاحب کے نزدیک حدیث و تفسیر کا مرتبہ	۳۲
۲۷	سکولوں، کالجوں کی کتابوں کی سمجھ	۳۳
۲۸	منکرینِ حدیث یعنی منکرینِ قرآن	۳۴

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۹	قرآنِ پاک کی حفاظت	۳۵
۳۰	حدیث شریف کیا ہے۔	۳۶
۳۱	قرآنِ کریم خود حدیث ہے	۳۷
۳۲	جو لوگ قرآنِ کریم کو حضورِ اکرم کے خلاف سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اُنکے ساتھ بیٹھنا بھی حرام ہے۔	۳۹
۳۳	حدیث شریف کی صداقت کی دلیل	۴۰
۳۴	حدیث شریف کی توہین حرام ہے	۴۱
۳۵	اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ؐ کے ارشاد کو حدیث فرمایا۔	۴۲
۳۶	حدیث کو جھوٹا کہنا کفر ہے	۴۲
۳۷	حضورِ اکرم ؐ کا طریقِ زندگی مبارک	۴۳
۳۸	حدیث کی حقیقت	۴۴
۳۹	حدیث شریف کی موجودہ صحاح ستہ	۴۵
۴۰	حدیث سے اِنکار کیوں ہے ؟	۴۷
۴۱	مسلمانوں کو فریب دینے کا طریقہ	۴۸
۴۲	لطیفہ مگر حقیقی۔	۴۹
۴۳	لاہور کے پرانے اہلِ قرآن، یعنی مُنکرِ حدیث	۵۰
۴۴	اہلِ قرآن کی نماز	۵۰
۴۵	مُنکرِ حدیث شرم سے پانی پانی ہوگیا	۵۱
۴۶	نسب کا معاملہ	۵۲
۴۷	منصبِ رسالت کی خصوصیات	۵۲
۴۸	عقلی دلیل	۵۳
۴۹	انسان کی بڑی حماقت	۵۴
۵۰	سچے ایمانداروں کی مثال	۵۵
۵۱	حدیث سے منافق ہی انکار کرتے ہیں	۵۶
۵۲	منکرینِ حدیث کی منافقانہ چال	۵۷
۵۳	کوئی حدیث بھی خلافِ قرآن نہیں	۵۸
۵۴	گناہوں سے پاک کرنا	۶۰
۵۵	بیویوں سے خلوت کے معاملات	۶۱
۵۶	نیوگ کا مسئلہ	۶۳
۵۷	خاتم الانبیاءؑ	۶۴
۵۸	حضورِ اکرم ؐ کے متعدد نکاح	۶۵
۵۹	لڑکیوں، عورتوں کی درستی، ازالۂ شکوک	۶۶
۶۰	ازواجِ مطہرات کی نیک عادتیں۔	۶۸
۶۱	حضورِ اکرم ؐ کے متعلق قرآنی عقیدہ	۷۰
۶۲	نبی کریم ؐ کا ادب ہی ایمان ہے	۷۱
۶۳	کیا رسول اللہ ؐ تمام انسانوں جیسے تھے	۷۱
۶۴	حضور ؐ کے گھر والوں کی فضیلت	۷۳
۶۵	ازواجِ مطہرات کی خصوصیات	۷۴
۶۶	قانون، انسانوں کے لئے اٹل فیصلے	۷۵
۶۷	حضورِ اکرم ؐ کو اللہ تعالیٰ نے قانون ساز بنایا	۷۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۶۸	اللہ تعالیٰ بندوں سے اسکا شکریہ چاہتا ہے۔	۷۸
۶۹	الحاج میاں محمد اسحاق صاحب، حنیف اور اُن کے دوست	۷۸
۷۰	مژدۂ شادمانی	۷۹
۷۱	برادرانِ اسلام سے درخواست	۸۰
۷۲	نبی کریمؐ کے حرام و حلال کئے ہوئے پر یقین کرنا ہی ایمان ہے۔	۸۰
۷۳	اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو حاکمِ مختار بنایا	۸۱
۷۴	عقلمندی اور علم کا تقاضا یہ تھا	۸۲
۷۵	ایک گھنونہ فریب	۸۳
۷۶	زمانوں کے تقاضے	۸۴
۷۷	یہ ہیں وُہ زمانے کے تقاضے	۸۵
۷۸	حضورِ اکرمؐ کے طریقے ہی باعثِ ترقی ہیں۔	۸۶
۷۹	ہاں اسلام کی رُوح خاتم المدبرین	۸۶
۸۰	قرآنی احکام کی اہمیت	۸۷
۸۱	اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبردار بندے کو حقِ قانون سازی بخشا	۸۸
۸۲	حضورِ اکرمؐ کا حاکمانہ منصب	۸۹
۸۳	حضورِ اکرمؐ کا ہر حکم تاکیدی واجب العمل ہے	۹۰
۸۴	قرآن سمجھانے اور شریعت کے ٹھیکیدار خاتم الانبیاءؐ ہیں۔	۹۱
۸۵	حضورِ اکرمؐ اور اُن کے خادموں کے مخالفین جہنمی ہیں۔	۹۳
۸۶	حضورِ اکرمؐ اور بزرگانِ دین کے مخالفین مشرک ہیں۔	۹۳
۸۷	فاضل جج کے اِس نظریہ کی پُرزور تردید۔	۹۴
۸۸	نئے معنی و مطلب گھڑنے والے	۹۵
۸۹	ججوں اور حکامِ پاکستان کے شایانِ شان۔	۹۶
۹۰	ائمہ اور مجتہدین کی جدوجہد	۹۷
۹۱	اماموں کی تفسیر اور فقہ کی اصل حدیث ہے۔	۹۸
۹۲	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و حضرت علیؓ۔	۹۸
۹۳	حضرت علیؓ کی حدیث دانی و تفقہ۔	۹۹
۹۴	اسلام کی حقیقت تو حدیث ہی ہے	۱۰۱
۹۵	محدثینِ کرام کے احسانات۔	۱۰۱
۹۶	چودھویں صدی کے علمائے جدید کا اجتہاد۔	۱۰۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۷	عائلی و خاندانی مسائل	۱۰۳	۱۰۰	کافروں کی خواہش یہ ہے۔	۱۰۷
۹۸	اللہ تعالیٰ کا خوف اور آنحضرت صلعم کی اطاعت۔	۱۰۵	۱۰۱	فاضل جج محمد شفیع صاحب نے حدیث شریف کے مطابق فیصلہ کیا۔	۱۰۷
۹۹	جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کے نافرمان ہیں ان سے جہاد کا حکم	۱۰۶			

منکرین حدیث کے متعلق علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ

(روزنامہ کوہستان مؤرخہ ۲۲ فروری ۱۹۶۲ء اور ہفت روزہ رسالہ شہاب مؤرخہ ۱۰ فروری ۱۹۶۲ء سے نقل کیا گیا ہے)

"غلام احمد پرویز کافر ہے"

تقریباً ایک ہزار علماء کا متفقہ فتوےٰ

"علمائے امت کا متفقہ فتویٰ پرویز کافر ہے" کے زیر عنوان ہر مکتب خیال کے تقریباً ایک ہزار علماء نے اپنے دستخطوں سے یہ فیصلہ شائع ہے کہ

غلام احمد پرویز شریعت محمدیہ کی رو سے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس شخص کے عقد نکاح میں کوئی مسلمان عورت نہیں رہ سکتی اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے۔ نہ اسکی نماز جنازہ پڑھی جائیگی نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اسکا دفن کرنا جائز ہے۔ اور یہ ہی حکم ہر کافر کا ہے اور جو شخص اس کے متبعین میں ان عقائد کفریہ کے ہمنوا ہو اسکا بھی یہی حکم ہے۔ اور جب یہ مرتد ٹھہرا تو پھر اسکے ساتھ کسی قسم کے بھی اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔"

اس فتوے سے پہلے پرویز صاحب کی وہ عبارتیں نقل کی گئی ہیں جن میں اللہ اور رسول صلعم، ذات باری تعالیٰ، ملائکہ، جنت و جہنم، آدم علیہ السلام، ارکان دین، نماز، زکوٰۃ، صدقات اور صدقۂ فطر، حج، قربانی، ایصال ثواب، تلاوت قرآن کریم، ختم نبوت اور معراج وغیرہ متعارف مفہومات کو بدل کر دین اسلام کے عقائد و اعمال میں پوری تحریف [illegible]

فتوے دینے والے علمائے کرام میں مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان اور بھارت کے تقریباً سبھی نامور شیعہ، سنی، اہلحدیث، بریلوی، دیوبندی علماء شامل ہیں۔ ان [illegible] مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا اظہر علی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، [illegible] مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا عبید اللہ انور [illegible] اور مولانا مفتی جعفر حسین مجتہد کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آخر میں دار العلوم دیوبند کا ایک فتویٰ بھی نقل کیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پرویز صاحب کے متبعین اور مقلدین خارج از اسلام ہیں اور اہل اسلام کے لئے ان سے کسی قسم کا اشتراک و اختلاط رکھنا جائز نہیں۔

Marfat.com

Marfat.com